میثم قادری

اِتہامات عبدالرّزاق ملیح آبادی پر ایک نظر

تحقیق و تنقید

نوشاد عالم چشتی

رضا اکیڈمی رجسٹرڈ لاہور

فاضل بریلوی پر اٹھائے گئے اعتراضات کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ

اتہامات عبد الرزاق ملیح آبادی

پر ایک نظر

تحقیق و تنقید

نوشاد عالم چشتی

ناشر

رضا اکیڈمی (رجسٹرڈ) لاہور (پاکستان)
(دستیابی)

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

سلسلہ اشاعت نمبر ۹۰

نام کتاب ـــــ "اتہامات عبد الرزاق ملیح آبادی پر ایک نظر"
تحقیق و تنقید ـــــ نوشاد عالم چشتی
کتابت ـــــ عبد الرحمن عاجز
تصحیح ـــــ شفقت جاوید قادری ضیائی
محمد کاشف بٹ
ضخامت ـــــ ۲۲۴
تعداد ـــــ ۱۱۰۰
سنِ اشاعت ـــــ ربیع الآخر ۱۴۱۵ھ ستمبر ۱۹۹۴ء
بار ـــــ اوّل
مطبع ـــــ سجاد آرٹ پریس لاہور
قیمت ـــــ دعائے خیر بحق معاونین

شائقین ۱۵ روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر طلب فرمائیں

ناشر

مسجد رضا محبوب روڈ۔ چاہ میراں لاہور ۳۹
کوڈ نمبر ۵۴۹۰۰

فہرست

۱	الاهداء	۴
۲	انتساب	۵
۳	عرضِ حال	۶
۴	تقریظ	۷
۵	صدائے دل ۔ سبب تالیف	۱۳
۶	مقدمہ	۲۵
۷	عبد الرزاق ملیح آبادی کا تعارف	۳۴
۸	فاضل بریلوی پر عبد الرزاق ملیح آبادی کے الزامات	۳۷
۹	جواب الزام نمبر ۱: فاضل بریلوی کی علمی بصیرت	۳۹
	(الف) ایمان ابوین کریمین مصطفےٰ علیہم السلام والصلوٰۃ کے متعلق فاضل بریلوی کا نقطہ نظر (ب) عدم ایمان ابو طالب کے متعلق فاضل	۵۵
	بریلوی کی تشریح (ج) شیخ دحلان علیہ الرحمۃ اور فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ	۶۴
۱۰	جواب الزام نمبر ۲: فاضل بریلوی اور استعمار	۶۵
	(الف) تحریکِ خلافت	۸۰
	(ب) تحریکِ ترکِ موالات	۱۰۵
	(ج) تحریکِ ہجرت	۱۳۹
۱۱	جواب الزام نمبر ۳: مسئلہ تکفیر	۱۴۴
	(الف) مسئلہ تکفیر کے متعلق فاضل بریلوی کا نقطہ نظر	
	(ب) دار الافتاء دار العلوم دیوبند سے کفریہ عبارات کی تصدیق	
	(ج) ضابطۂ تکفیر ۔ از: جناب مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی	
۱۲	خاتمۂ کلام ۲۱۰ ماخذ و مصادر	۲۲۰

گذری ـــــ اُدھر موت کے بعد ''کفارے'' کو اُسے بھینٹ کا بکرا بنا کر جہنم بھجوائیں ـــــ لعنتی کہیں ملعون بنائیں ـــــ اے سبحان اللہ! ـــــ اچھا خدا جسے سولی دی جائے ـــــ عجب خدا جسے دوزخ جلائے ـــــ طرفہ خدا جس پر لعنت آئے یہ بکرا بنا کر بھینٹ دیا جائے ـــــ اے سبحان اللہ! باپ کی خدائی اور بیٹے کو سولی ـــــ باپ خدا بیٹا کس کھیت کی مولی ؟ ـــــ باپ جہنم کو بیٹے ہی سے لاگ سرکشوں کی چھٹی ـــــ بے گناہ پر آگ ـــــ امتی ناجی ـــــ رسول ملعون ـــــ معبود پہ لعنت ـــــ بندے مامون ـــــ تف تف! ـــــ وہ بندہ جو اپنے ہی خدا کا خون چوسے ـــــ اس کے گوشت پر دانت رکھیں ـــــ اُف اُف! ـــــ وہ گندے جو انبیاء و رسل پر وہ الزام لگائیں کہ بھنگی چمار بھی جن سے گھن کھائیں ـــــ سخت فحش بیہودہ کلام گھڑیں ـــــ اور کلام الٰہی ٹھہرا کر پڑھیں ـــــ زہ زہ بندگی ـــــ خہ خہ تعظیم ـــــ پہ پہ تہذیب! ـــــ قہ قہ تعلیم''

(ص ـــ ۱۷ ـــ ۱۸)

سطر سطر سے انگریزوں کے خلاف نفرتوں کا لاوا اُبل رہا ہے کتنی سخت تنقید جس کو ہر باغیرت انسان محسوس کر سکتا ہے آخر میں اسلام کی حمایت اور دینلے نے عیسائیت کو چیلنج کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

''اللہ اللہ یہ قوم! ـــــ یہ قوم سراسر لوم ـــــ یہ لوگ! ـــــ یہ لوگ جنہیں عقل سے لاگ ـــــ جنہیں جنوں کا روگ ـــــ یہ اس قابل ہوئے کہ خدا پر اعتراض کریں؟ ـــــ اور مسلمان ان کی لغویات پر کان دھریں؟ ـــــ انا للہ وانا الیہ راجعون ـــــ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم ـــــ یہ پہلے اپنی ساختہ بائبل تو سنبھالیں ـــــ قاہرا عتراض ''! ہر ایرادُاس پہ سے اُٹھالیں ـــــ انگریزی

میں ایک مثل کیا خوب ہے کہ شیش محل کے رہنے والو پتھر پھینکنے کی ابتدا نہ کرو ـــــ یعنی ربّ جبار ـــــ قہار ـــــ کے محکم قلعوں کو ـــــ تمہاری کنکریوں سے کیا ضرر پہنچ سکتا ہے ـــــ مگر ادھر سے ایک پتھر بھی آیا تو حجارۃ من سجیل کا سماں کعصف ماکول کا مزہ چکھا دے گا ـــــ (ص ۱۹) [1]

کیا کوئی دوست اپنے دوست کو ان لفظوں سے نواز سکتا ہے۔ یعنی ان الفاظ سے نوازے جانے کے بعد کوئی دوست دوست ہی نہیں رہتا بلکہ دشمنوں کے صف اوّل میں کھڑا نظر آتا ہے۔ مگر اس کے باوجود بھی ملیح آبادی صاحب اور دیگر ان کے تمام ''حواری حضرات'' ایسے لوگوں کو دوست ماننے پر مصر ہیں تو میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ایسے بہت سارے دوست عطا فرمائے جو ان لوگوں کو اس طرح کے ''لطائف'' سے نوازتا رہے اور وہ دوستی کا دم بھرتے رہیں۔

اور اب اس آخری مرحلے میں میں اس الزام کے پیچھے چھپے ہوئے حقائق کا پردہ بھی اُلٹ دینا چاہتا ہوں جس کو اعلیٰ حضرت کے مخالفین حضرات بڑے جتن کے ساتھ چھپائے ہوئے تھے ایک بڑی اصولی بات جس سے قطع نظر کر کے ہم (فاضل بریلوی کا اختلاف جو ملیح آبادی صاحب کی تحریر کی روشنی میں نام نہاد تحریکوں کے حوالے سے واضح ہے) الزام کی حیثیت کو نہیں سمجھ سکتے۔ جیسا کہ خود ملیح آبادی صاحب لکھتے ہیں:-

''اور وہ خلافتِ تحریک اور اس تحریک کے جانی دشمن تھے۔ جو

[1] الصمصام علی مُشکک فی آیۃ علوم الارحام از امام احمد رضا ناشر بزم فکر عمل کراچی پاکستان اشاعت اوّل ۱۹۹۰ء صفحات مذکورہ؛

انگریزی راج کے خلاف ہو۔" (حوالہ مذکور)

ملیح آبادی صاحب کی اس عبارت میں "تحریک خلافت" کے علاوہ جن دوسری تحریکوں کا ذکر ہے وہ تحریک ترک موالات اور تحریک ہجرت ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ :۔۔۔۔۔

یہ تحاریک کیا تھیں ان کا پس منظر کیا تھا اور ان کی ضرورت کیوں پیش آئی اس پر اختصار کے ساتھ کچھ روشنی ڈال دی جائے تاکہ اعلیٰحضرت کے موقف کو سمجھنے میں قارئین کو سہولت حاصل ہو ۔۔۔۔۔ ترتیب کے اعتبار سے پہلے تحریک خلافت کا جائزہ لیتے ہیں۔

(۱) تحریک خلافت

اس تحریک کے آغاز کی حقیقت ایک ترکی محقق جناب ڈاکٹر میم کمال اوکے (رفاسفورس یونیورسٹی استانبول) کی زبانی سنیے :۔

جنگ عظیم (۱۹۱۴ء - ۱۹۱۸ء) میں برطانیہ اور اتحادیوں کو فتح حاصل ہوئی۔ اس کے بعد اب امن کی بات چیت میں سلطنتِ عثمانیہ کے حصے بخرے کرنے کی باری تھی۔ جنگ میں فتح حاصل کرنے والی سامراجی طاقتیں متارکۂ جنگ کی شرائط کی صریح خلاف ورزی کرتے ہوئے سلطنتِ عثمانیہ کے زیرِ تحت علاقوں اور ترکی پر قبضے کی تیاریاں کر رہی تھیں۔ اس کے ساتھ ہی برطانیہ نے جنوبی ایشیاء میں حالات خراب ہونے کے ڈر سے اپنے دباؤ اور ظالمانہ کارروائیوں میں اضافہ کر دیا تھا۔[1]

پہلی جنگِ عظیم (۱۹۱۴ء - ۱۹۱۸ء) میں برطانیہ کو فتح حاصل ہونے کے بعد جنوبی ایشیاء میں حالات کیوں خراب ہونے لگے تھے۔

[1] تحریک خلافت از ڈاکٹر میم کمال اوکے مترجم ڈاکٹر نثار احمد اسرار طباعت ۱۹۹۱ء ناشر سنگ میل پبلی کیشنز لاہور ص ۹۱

وجہ اس کی یہ تھی کہ انگریزوں نے پہلی جنگِ عظیم میں اپنی اعدادی قوت بڑھانے اور برتری حاصل کرنے کے لیے اپنی فوج میں جنوبی ایشیاء کے عوام (جن میں ہندو عموماً اور مسلمان خصوصاً دلیر بہادر اور فن سپہ گری میں ماہر ہونے کی وجہ سے) کو شامل کرنا شروع کر دیا۔ اور عوام کو فوج میں شمولیت پر مائل کرنے کے لیے ان کے قائدین سے خصوصی طور پر استدعا کی گئی۔ اور وعدہ انگریزوں نے یہ کیا کہ جنگ جیتنے کے بعد ہم ہندوستان کو آزاد کر دیں گے۔ مسلمان قائدین اس دھوکے میں آگئے اور قائدین کی ترغیب پر فوج میں شامل ہونے کے لیے مسلمانوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ۔۔۔۔۔ اعداد و شمار ہم آئندہ کی سطور میں عرض کریں گے یہاں بتانا مقصود یہ ہے کہ خود ان مسلمان قائدین کی وجہ سے مسلمانوں نے فوج میں شامل ہو کر برطانیہ اور اُس کے اتحادیوں کی طرف سے نہ صرف ترک مسلمان فوجیوں کے مدمقابل آئے بلکہ اُن کو عراق، مصر اور دیگر محاذوں پر شکست پر شکست سے دوچار کیا۔ ان کو سخت جانی و مالی نقصان پہنچایا اور ترکی کی سلطنت عثمانیہ کی سالمیت پر کاری ضرب لگائی۔ میں بہت یقین اور اطمینان سے کہہ رہا ہوں کہ اگر مسلمانوں نے برطانیہ کا ساتھ نہ دیا ہوتا تو یقیناً ترکی نہ ہارتا اور برطانیہ کو خواب میں بھی فتح نصیب نہ ہوتی۔

ع خود گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کی اس مذموم حرکت سے ترکی کے مسلمانوں پر کیا ردِ عمل ہوا ہم اس پر بھی کچھ روشنی ڈالیں گے مگر فوج میں مسلمانوں کی شامل ہونے کے معاملے پر امام احمد رضا کا موقف کیا تھا ہم اسے پہلے دیکھ لیتے ہیں تاکہ فاضل بریلوی کی سیاسی بصیرت کا اندازہ ہو سکے اور نیز ہم یہ سمجھ سکیں کہ :۔ ع

"قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید"

فاضل بریلوی کے ایک سخت ترین مخالف (جو فاضل بریلوی کے انتقال کے بعد اُن کی شخصیت کے معترف ہو گئے تھے) جناب حضرت مولانا معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ باوجود مخالفت کے اپنی تصنیف میں یہ اعتراف کرتے ہیں :-

"ترک موالات کی ایک تجویز نمبر ۵ ایسی بھی ہے جس کو دونوں بزرگوں (مولوی اشرف علی تھانوی اور حضرت مولانا احمد رضا خان) نے تسلیم کیا ہے اور وہ یہ کہ گورنمنٹ برطانیہ کو فوجی امداد نہ دی جائے۔ [1]

قارئین اب کیا کیا جائے کہ فاضل بریلوی گورنمنٹ برطانیہ کو فوجی امداد دینے کی مخالفت کرنے کے باوجود بھی انگریزوں کے ایجنٹ بقول مخالفین ہیں اور مخالفین فوجی امداد دینے کے بعد بھی انگریزوں کے دشمن آخر کیوں ؟ یہاں آکر ایک تاریخ کا طالب علم چکرا جاتا ہے اور جب تحقیق کے بعد واصل حق ہوتا ہے تو نہ جانے کتنی عباؤں اور قباؤں کا تقدس مجروح ہوتے ہوئے نظر آتا ہے۔ اور جب تقویٰ و تقدس کی مقدس لباس میں چھپے ہوئے بھیڑ نما بھیڑیوں کا گھناؤنا کردار سامنے آتا ہے تو وہ نہ صرف ان سے متنفر ہوتا ہے بلکہ شدتِ نفرت کی بنیاد پر ان کے اس عمال کے وجہ سے اسلام اور ایمان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ استغفر اللہ ! اور اب وہ زبانِ حال سے یہ کہتا پھرتا ہے کہ ؎

کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

"مقتدر علماء حضرات" کی مخالفت کے باوجود مسلمان فوج میں (قائدین کے ایماء پر) بڑھ چڑھ کر بھرتی ہوئے۔ آپ ذرا اعداد و شمار

[1] معین الدین اجمیری کلمۃ الحق مطبوعہ دہلی ۱۹۲۱ء بحوالہ اوراقِ گم گشتہ از رئیس احمد جعفری مطبوعہ لاہور ۱۹۶۸ء ص ۵۷۶۔

ملاحظہ کریں :—

"(گورنمنٹ کے) ریکارڈز کے مطابق انگریزوں نے ۱۷-۱۹۱۶ء میں ایک لاکھ تیرہ ہزار، ۱۹۱۷ء میں ۲ لاکھ ۷۶ ہزار اور ۱۹۱۸ء میں پانچ لاکھ مسلمانوں کو فوج میں لے کر محاذِ جنگ پر بھیجا۔ [1]

محاذ پر ان کا مقابلہ کس سے تھا وہ بھی ترکی کے فاضل محقق کی زبانی سنیے :—

مغربی یورپ میں اتحادیوں کی پیش قدمی مارن (MARNE) میں رُکنے کے بعد انہیں کوئی کامیابی حاصل نہیں ہوئی تھی۔ اس لحاظ سے برطانیہ نے جنگ کو جیتنے کے لیے ہندوستانی فوجیوں کو بھی زیادہ تعداد میں استعمال کرنا شروع کر دیا — ہندوستانی فوجیوں نے عراق کی جنگ میں حصہ لیا اور قسمت کا کھیل دیکھئے کہ مصر میں انہیں اپنے ترک بھائیوں کے خلاف صف آرا ہونا پڑا، خصوصاً نہر سویز میں ان کے حملے کو روکنا پڑا۔ انہیں ترکوں کی بہادری اور فوجی کارناموں کا اچھی طرح علم تھا اور تاریخ کی کتابوں میں بھی ان کے بارے میں بہت کچھ پڑھا تھا — لیکن یہاں "انہوں" نے اپنے ہم مذہب "جبری اور جنگجو" بھائیوں کو شکست دے دی — ہندوستان کے "مسلمان" فوجی جوانوں اور افسروں نے اپنے ترک بھائیوں کو فلسطین سے بھی نکال کر اناطولیہ تک پیچھے دھکیل دیا۔" [2]

اسی پس منظر میں ہندو فوجیوں کا کردار بھی ملاحظہ کریں :-

"جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کو اس بات کا احساس ہو چکا تھا کہ جنگِ عظیم

[1] تحریک خلافت از ڈاکٹر میم کمال اوکے ترجمہ ڈاکٹر نثار احمد اسرار مطبوعہ لاہور ۱۹۹۱ء ص ۷۳ ؛ [2] ایضاً ص ۷۳

کے دوران زیادہ تر بار اُنہیں اُٹھانا پڑا تھا۔ ہندو اپنے مذہبی عقائد کی بنا پر تشدد[1] سے گریز کی حکمتِ عملی پر عمل پیرا تھے اور جنگ سے دُور بھاگتے تھے۔ جنگ کے دوران وہ زیادہ تر غیر فعال رہے اور پچھلی صفوں میں غیر اہم ذمہ داریاں انجام دیتے رہے۔"[2]

سیاسی قائدین حضرات نے مسلمان فوجیوں سے برطانیہ کی طرف سے ترکی کے مسلمان فوجیوں کا قتلِ عام کیوں کروایا تھا صرف اس لیے کہ جنگ کے خاتمے کے بعد انگریز اپنے وعدہ کے مطابق ہندوستان کو آزاد کر دے گا اور یہاں ہندو مسلم اتحاد کی بنیاد پر "سوراج" قائم ہو جائے گا لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ فرنگی حسبِ عادت اپنے وعدہ سے مکر گیا۔ سیاسی قائدین کی ساری سیاسی بصیرت دھری کی دھری رہ گئی اور وہ اپنی اس مہم میں سخت ناکام ہوئے جس سے ان کے دل پر سخت دھچکا لگا اور ان کی امیدوں کا جنازہ نکل گیا۔ ؎

تھے جو انجانا امیدوں کے سے
اُس پہ پانی کے ذرا پھیر دیجئے

[1] یہ بہت بڑی تاریخی غلطی ہے کہ "ہندو پُرتشدد نہیں ہوتا"۔ حق بات یہ ہے کہ ہندو جتنا پرتشدد، متعصب اور ابن الوقت ہوتا ہے یہود و نصاریٰ کے بعد کوئی اور نہیں ہوتا ـــــــ ایشیا میں آریوں کے آنے کے بعد متحدہ ہندوستان کے مقامی باشندے مثلاً کول۔ بھیل۔ گونڈ سنتھال وغیرہ نے ان کے مظالم جابریت تشدد اور خوف سے جنگل میں بھاگ کر پناہ لی اور ان کے لیے میدانی علاقوں میں رہنے کے لیے راہ ہموار کر دی ـــــــ میں ایک تاریخ کا طالب علم ہوں لہٰذا مجھ کو یہ کہنے میں کوئی امر مانع نہیں ہے کہ موجودہ ہندوستان میں مسلمانوں کے خلاف روز پھوٹ پڑنے والا فساد کا آتش فشاں (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

یہ قائدین دل سے بھرے ہوئے تھے مگر سوائے ہاتھ ملنے اور افسوس کرنے کے کوئی اور چارہ نہیں تھا انہوں نے سلطنت عثمانیہ کو خود تباہ کیا اور اس کو تباہ کرنے میں بالواسطہ یا بلاواسطہ یہ حضرات ملوث رہے۔ بلکہ شیخ مشیر حسین قدوائی نے بڑے افسوس کے ساتھ اعتراف کیا کہ ؛ــــــ

"اگر مسلمانوں کو معلوم ہوتا کہ انگریزوں کی فتح کے بعد "اسلام کا چاند" یورپ میں گہنا جائے گا تو وہ جنگِ عظیم میں محاذ پر کبھی بھی "ترکوں کے خلاف نہیں لڑتے۔"[1]

جب ایشیائی مسلمان فوجیوں کے ذریعہ سلطنتِ اسلامیہ ترکی کی مسلم افواج کو شکست دے دی گئی، عثمانی سلطنت کی اینٹ سے اینٹ بجانے میں فرنگیوں کی مدد کر دی گئی، فاتح کی حیثیت سے برطانیہ ترکی کے حصے بخرے کرنے لگا۔ سلطنت اسلامیہ کی سالمیت کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا کر اب افسوس کرنا چہ معنی دارد ؟ ع

الٹی ہو گئیں سب تدبیریں کچھ نہ "دوا" نے کام کیا

اب یہی لوگ جو حامیان فرنگیاں تھے کل تک ترکی کے اسلامی سلطنت

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) اس پہ دال ہے اور تاریخ کا گہرا مطالعہ کرنے والوں پر واضح ـــــــ ۶ دسمبر ۱۹۹۲ء کو بابری مسجد شہید کر دینے کے بعد جو فساد کا سلسلہ شروع ہوا اس میں ایک ایک دن میں ہزار ہزاروں مسلمانوں کو جان سے ہاتھ دھونا پڑے ہیں۔ یہ کوئی ڈھکی چھپی ہوئی بات نہیں ہے اخبار و جرائد، ریڈیو پریس گواہ ہیں۔ (نوشاد عالم چشتی)

[2] تحریک خلافت از ڈاکٹر میم کمال اوکے مطبوعہ لاہور ۱۹۹۱ء ص ۷۳

(حاشیہ صفحہ موجودہ) [1] ایضاً ص ۹۹ ؛

عثمانیہ کو انگریزوں کے ساتھ مل کر شکست پر شکست دے رہے تھے۔ فرنگی سپاہیوں کے ساتھ مل کر غارت گری اور تباہی مچا رہے تھے آج انگریزوں سے اپنی امیدیں پوری نہ ہونے کے باعث خلافت بچانے کا دَم بھرنے لگے جب ان سیاسی قائدین کی جھوٹی انا پر فرنگیوں کی ضرب کاری لگی تو ان کو "اسلام" ——— اور ——— "خلافت" دونوں یاد آگئے ——— ترکی کو ذلت آمیز حالت سے دوچار کرکے اب اُس کی خلافت بچانے کا نعرہ لگانے لگے ——— ورنہ اس سے پہلے ان سیاسی قائدین کو نہ "خلافت" یاد تھی اور نہ اسلام کے احکام شرعیہ اور ——— سب سے عجیب بات تو یہ ہے کہ جب "سلطان" "ترکی" نے اعلان جہاد کیا تو ——— حامیان خلافت کے قائدین میں سے کسی نے بھی نہ مسلمانوں کو جہاد کے لیے بھیجا اور نہ ترکی کی فوج میں بھرتی ہونے کے لیے ترغیب دی "چونکہ مسلمان جذباتی واقع ہوئے ہیں" لہذا سیاسی قائدین نے فرنگیوں سے اپنی سیاسی شکست کا بدلہ لینے کے لیے "خلافت" کے نام پر مسلمانوں کے جذبات کو ابھارا۔ تاکہ فرنگیوں کی وعدہ خلافی کی سزا دی جائے۔ اور اب مخالفت اس حد تک کی جانے لگی کہ اگر کوئی مخالفت نہ کرے تو وہ کافر و غدار ہے اور لوگوں کو اب یہ باور کرایا جانے لگا کہ ترکی کی سلطنت اسلامیہ ——— خلافت اسلامیہ ہے اور "سلطان ترکی" تمام دُنیا کے مسلمانوں کے "خلیفہ" ہیں اور خلافت بچانے کے لیے جان دینا فرض ہے ——— بقول ڈاکٹر میم کمال اوکے : ———

"اس ضمن میں، ۲۶ جنوری ۱۹۱۹ء کو لکھنؤ میں انجمن اسلام کے زیر انتظام اور مولانا عبدالباری فرنگی محلی کے زیر صدارت ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں تقریروں کے بعد بعض اہم فیصلے کئے گئے۔ ان فیصلوں میں سے ایک میں کہا گیا کہ "عثمانی سلطان محمد ششم سارے مسلمانوں کے

خلیفہ ہیں اور اس سے متعلق مسائل میں غیر مسلموں کو مداخلت نہیں کرنی چاہیے ——— [1]"

سلطنت عثمانیہ کو شکست سے دوچار کرانے کے بعد خلافت بچانے کا نعرہ لگانے والوں نے سلطان ترکی کے بارے بہت ساری ایسی باتوں کی بھی نشر و اشاعت کرنے لگے جن سے سلطان ترکی کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ خود ترکی کے فاضل محقق جناب میم کمال اوکے لکھتے ہیں :-

"دستاویزات کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ سلطان عبدالحمید کا جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کے درمیان اثر نفوذ بھی بڑھتا جا رہا تھا بعض مسلمانوں کے خیال میں وہ دُنیا میں اُن کا روحانی لیڈر اور "قطب" تھا ——— سلطان عبدالحمید سے متعلق بعض واقعات کو افسانوی رنگ دے کر اسے ایک دیومالائی ہیرو ثابت کرنے کی کوشش کی جا رہی تھی ——— ترک سلطان اُن کے لیے ایک اعلیٰ و ارفع شخصیت ایک خاقان اعظم تھا۔" [2]

جب کہ میم کمال صاحب خود اس بات کا بھی اعتراف کرتے ہیں کہ :-

"لوگ جو محض تیس سال پہلے تک یہ نہیں جانتے تھے حتیٰ کہ جاننے میں دلچسپی بھی نہیں رکھتے تھے کہ خلیفہ کون ہے ؟" [3]

ترکی کے ان نادان دوستوں سے فاضل بریلوی کا یہیں سے نقطہ اختلاف کا آغاز ہوتا ہے حالانکہ فاضل بریلوی خود اپنے تمام محبین و مخلصین کے ساتھ ترکی کے سلطنت اسلامیہ کی مدد و حمایت میں بیمار رہنے کے باوجود سرگرم تھے لیکن مخالفین اپنی مذہبی غلطی پر فاضل بریلوی کی گرفت کا بدلہ سیاسی طور پر لینا چاہتے تھے ——— لہذا انہوں نے سب سے پہلے عوام

[1] تحریک خلافت۔ ڈاکٹر میم کمال اوکے اشاعت لاہور ۱۹۹۱ء ص ۹۳
[2] ایضاً ص ۳۵ [3] ایضاً ص ۴۵

کے سامنے مسئلہ خلافت کو غلط رنگ میں پیش کیا اور حدیث صحیح "الائمۃ من قریش" کا انکار کرتے ہوئے خلیفہ کے لیے قریشی ہونے کی شرط کو ختم کر دیا۔ بلکہ آزاد صاحب شرط قریشیت پر حدیث و قرآن سے آزاد ہو کر بہت ساری آزادانہ باتیں بھی کیں۔ پھر عوام کو جذبات میں لاکر سڑکوں پر لایا گیا اور یہ تحریک جب کچھ طول پکڑ گئی تو پھر بڑے منظم انداز میں فاضل بریلوی کے خلاف بہتان بازی کا سلسلہ شروع کر دیا گیا جو آج تک مسلسل جاری ہے مگر خدا کی قدرت بھی بہت عجیب و غریب ہے وہ اپنے مخلص بندوں کو رسوا نہیں کرتا بلکہ ان کے لیے "شر" سے بھی خیر کا پہلو نکال دیتا ہے اور یہی فاضل بریلوی کے ساتھ بھی ہوا۔ محققین حضرات مخالفین کی "ان کرم فرمائیوں" کی بدولت اُس طرف مائل ہوئے تحقیقی حوالے سے بہت ساری نئی نئی باتیں منظرِ عام پر آئیں جس سے جدید نسل کو بہت ہی زیادہ فائدہ ہوا ذالك فضل الله العظیم اور فاضل بریلوی کی شخصیت بلند و پُرعظم ہوتی چلی گئی جس کا اعتراف اب موافق اور مخالف سب کرتے ہیں ــــــ

تحریکِ خلافت سے پہلے فاضل بریلوی کے مخالفین نے زبانی طور پر افواسازی کا بازار گرم کر رکھا تھا مگر "الزام" کو ثابت کرنے کے لیے ان کے پاس کوئی تحریری ثبوت نہیں تھا جس سے عوام کے سامنے کوئی ٹھوس دلیل کے طور پر پیش کیا جا سکے ــــــ لہٰذا انہوں نے بہت سارے فرضی مفروضے کی بنیاد پر دارالافتا اہل سنت بریلی اعلیٰ حضرت کے پاس مسئلہ بھیجنا شروع کیا لیکن فاضل بریلوی نے اس طرف بالکل توجہ نہیں دی اور آپ نے مصلحت وقت کے اعتبار سے خاموشی کو ہی بہتر جانا یہ مخالفین کی فاضل بریلوی سے ایک اور شکست تھی لہٰذا فرنگی محل سے جواب کے لیے شدت سے مطالبہ کیا گیا۔ فاضل بریلوی کے صاحبزادے حضرت علامہ

سیدی مفتی اعظم مصطفےٰ رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ فاضل بریلوی کی تصنیف دوام العیش فی الائمۃ من قریش کے مقدمے میں لکھتے ہیں : ــــــ

ایک زمانہ مدت تک باوجود سخت اختلاف کے ہم ساکت رہے دارالافتاء میں سوال آیا کیئے اور ہم معرض التوا میں رکھا کیئے محض اس خیال سے کہ شاید اس جھوٹے نام خلافت ہی سے ہمارے ترک بھائیوں کو کچھ فائدہ ہو جائے۔ اس وقت ایسی استفتاء کا جواب نہ دینا بہتر ہے مگر جب فرنگی محل سے بار بار تقاضے آئے تو یہ جواب دے دیا گیا کہ "ایسے مسائل اس دارالافتاء کے موضوع سے خارج ہیں" ــــــ عقل ہوتی تو یہ اگر بالکل صریح مخالف جواب وصول ہوتا اسے بھی دبا رکھتے اس کا ذکر بھی زبان پر نہ لاتے ــــــ مگر نہیں انہوں نے ایسا نہ کیا ــــــ بلکہ ہماری عداوت سے خود اپنے مقصود کے ساتھ نادانستہ دشمنی کی اور اپنے ہاتھوں اپنے پاؤں میں تیشہ مارا اس کی اشاعت کر کے اور ساتھ ہی یہ ظاہر کر کے کہ دارالافتاء بریلی اس میں مخالف ہے انگریزوں کو جتا دیا کہ یہ مسئلہ اتفاقی نہیں۔"[1]

تحریکِ خلافت کا پس منظر سمجھنے کے بعد اب فاضل بریلوی کا اس تحریک سے جو شرعی اعتبار سے اختلاف تھا وہ بھی سمجھ لیں ــــ جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ تحریک کی ابتداء ۱۹۱۹ء کے اوائل میں ہی ہو چکی تھی چونکہ سلطان ترکی بذاتِ خود ایک سُنی صحیح العقیدہ سلطان تھے اور ان کی سلطنت سلطنتِ اسلامیہ تھی لہٰذا فاضل بریلوی خود بھی اُن

[1] دوام العیش از امام احمد رضا اشاعت ۱۹۸۰ء ناشر مکتبہ قادریہ لاہور ص ۱۴

کی مدد کرنا چاہتے تھے اور انہوں نے اپنی حسبِ استطاعت مدد کی بھی۔
لیکن فاضل بریلوی سلطان ترکی کو خلیفہ شرعی نہیں جانتے تھے کیونکہ ان کا کہنا تھا کہ خلیفہ شرعی کے لیے فرمانِ رسولِ اکرم کے مطابق قریشی ہونا شرط ہے۔ فاضل بریلوی اس مسئلہ میں خود تنہا نہیں تھے بلکہ الحمدللہ اکابرین اُمت کی تشریحات —— اور سلف صالحین کے اقوال ان کے ساتھ تھے میں نے جب خود بھی اس معاملے کی تحقیق کی تو فاضل بریلوی کے موقف کو اہل سنّت کے اعتبار سے حق پایا۔ ہاں "خلیفہ" کے لیے "شرط قریشیت" کا انکار آج تک کسی اکابر سُنّی نے نہیں کیا بلکہ اس کے منکر سب سے پہلے خارجی و معتزلی ہوئے۔ جب کہ اہل سنّت کا اس پہ اجماع رہا ہے —— علامہ عبدالرحمٰن ابن خلدون لکھتے ہیں کہ:-

"قریشی النسب ہونے کی شرط اس لیے ہے کہ اس پر سقیفہ بنی ساعدہ کے دن صحابہ کا اجماع ہو گیا تھا اس دن انصار نے سعد بن عبادہ انصاری کے ہاتھ پر بیعت کرنی چاہی تھی اور یہ ارادہ ظاہر کیا تھا کہ دو امیر چُن لیے جائیں ایک انصار کا اور دوسرا قریش کا تو قریش نے حق امامت پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان عالی شان "الائمۃ من قریش (امام قریشی ہی ہوں گے) سے استدلال کیا تھا اور اس سے بھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں وصیت فرمائی ہے کہ ہم تمہارے مخلصوں کے ساتھ حسن سلوک کریں اور دوسروں سے جو بڑے ہیں درگزر کریں۔ اگر امامت انصار میں ہوتی تو قریش کو انصار کے بارے میں یہ حکم نہیں کیا جاتا۔ انصار نے یہ دلیل مان لی اور امارت سے ہٹ گئے اور سعد کی بیعت سے پھر گئے۔ علاوہ ازیں ایک صحیح حدیث میں ہے لا یزال ھٰذا الامر فی ھٰذا الحیّ من قریش۔ یہ خلافت اس قبیلہ میں ہمیشہ باقی رہے گی۔ اس قسم کی اس سلسلے میں بہت سی حدیثیں ہیں۔ [1]

(حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

علامہ ابن خلدون کے اس تحریر سے اتنا پتہ تو ضرور چلا کہ یہ اُمت کا اجماعی مسئلہ رہا ہے کیونکہ وہ خود لکھتے ہیں کہ قریشی ہونے کی شرط ختم کرنا: ——

"یہ مذہب خارجیوں کا ہے .... جمہور اس شرط کے قائل رہے اور اسی پر جمے رہے کہ قریشی ہی امامت کا حقدار ہے۔ اگرچہ اس سے مسلمانوں کے کاموں کا انتظام نہ سنبھل سکے؟" [2]

اب خود حامیانِ خلافت نے اس اجماعی مسئلہ میں رخنہ ڈال کر مسلمانوں کے درمیان اختلاف و افتراق کا بیج بویا۔ بار بار فاضل بریلوی کے پاس استفتاء بھیجا گیا۔ جبکہ فاضل بریلوی اس معاملے میں خاموش ہی رہنا چاہتے تھے تاکہ اپنے ترک بھائیوں کو کسی طرح سے بھی مدد ہو جائے اور وہ فرنگیوں کے اس ذلت آمیز معاہدے سے بچ جائیں اگر فاضل بریلوی فرنگیوں کے ایجنٹ ہوتے تو پھر کیوں حامیانِ خلافت سے شرعی اعتبار سے اختلاف رکھتے ہوئے بھی خاموشی فرماتے۔ فرنگی محل سے شدت تقاضا کے باوجود یہ جواب کیوں دیتے کہ "ایسے مسائل اس دارالافتاء کے موضوع سے خارج ہیں؟ اگر وہ انگریزوں کے حمایت یافتہ ہوتے تو اندھے کو کیا چاہیئے دو آنکھیں فوراً ان نام نہاد استفتوں کا سہارا لے کر ۱۹۱۹ء میں ہی کوئی کتاب شائع کر دیتے جس سے انگریزوں کو فائدہ پہنچتا اور انگریز اس کی تشہیر کراتے

(حاشیہ صفحہ سابقہ) [1] مقدمہ ابن خلدون از علامہ عبدالرحمٰن ابن خلدون مترجم اردو راغب رحمانی دہلوی ناشر نفیس اکیڈمی کراچی جلد اوّل طبع دوئم ۱۹۷۸ء ص ۴۵۸ (حاشیہ صفحہ موجودہ) [2] مقدمہ ابن خلدون از علامہ عبدالرحمٰن ابن خلدون ناشر نفیس اکیڈمی کراچی جلد اوّل طبع دوئم ۱۹۷۸ء ص ۴۵۹ ۔

پھرتے۔ لیکن بفضلِ تعالیٰ ایسا نہ کرکے یہ ثابت کر دیا کہ وہ حقیقی معنوں میں مسلمانوں کے خیر خواہ اور صحیح معنوں میں عبد المصطفیٰ ہیں۔ وہ خود کہتے ہیں ؎

ہم ہیں عبد المصطفیٰ پھر تجھ کو کیا
غلد میں بیٹھا رضا پھر تجھ کو کیا

تحریک کی ابتداء ۱۹۱۹ء میں ہوئی۔ مسلسل ۲ سال تک خاموش رہے ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء کے شروع میں ایک حسب ذیل استفتاء آیا۔

"کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں سلطنت عثمانیہ کی اعانت مسلمانوں پر لازم ہے یا نہیں ——— فرضیت اعانت کے لیے بھی سلطان کا قریشی ہونا شرط ہے ——— یا صرف خلافت شرعیہ کے لیے ——— یا کسی کے لیے نہیں ؟ ——— مولوی فرنگی محلی کے خطبۂ صدارت میں اس کے متعلق چند سطور ہیں اور مسٹر ابوالکلام آزاد نے رسالہ "مسئلہ خلافت وجزیرۂ عرب" میں ص ۳۲ سے ص ۷۰ تک حسب عادت لمبے بہت پھیلا کر بیان کیا ہے ان دونوں کا محصل یہ ہے کہ خلافت شرعیہ میں بھی قریشیت شرط نہیں یہ صحیح ہے یا غلط اور اس بارے میں مذہب اہلِ سنت کیا ہے ؟

فاضل بریلوی کا جواب بھی ملاحظہ کریں :———

الجواب :۔ الحمد للہ الذی فرض اعانۃ سلاطین علی المسلمین وفضل قریشا بخاتم النبیین وسید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وبارك وسلم الی یوم الدین وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ وابنہٖ وحزبہٖ کل آن وحین۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔ ان الدین النصیحہ للہ ولکتابہٖ ولرسولہٖ ولائمۃ المسلمین وعامتھم۔

بیشک دین یہ ہے کہ اللہ، اس کی کتاب اور اس کے رسول سے سچا دل رکھے اور سلاطین اسلام اور جملہ مسلمانوں کی خیر خواہی کرے ——— بروایت احمد و مسلم و ابو داؤد والنسائی۔

سلطنت عثمانیہ ایدہا اللہ تعالیٰ ——— نہ صرف عثمانیہ ہر سلطنت اسلام ——— نہ صرف سلطنت ——— ہر جماعت اسلام ——— نہ صرف جماعت ——— ہر فرد اسلام کی خیر خواہی ہر مسلمان پر فرض ہے۔

اس میں قریشیت شرط ہونا کیا معنی ——— دل سے خیر خواہی مطلقاً فرض عین ہے ——— اور وقتِ حاجت دعا سے امداد و اعانت بھی ——— ہر مسلمان کو چاہیے ——— کہ اس سے کوئی عاجز نہیں ——— اور مال یا اعمال سے اعانت فرض کفایہ ہے ——— اور ہر فرض بقدر قدرت ——— ہر حکم بقدر استطاعت ——— بادشاہ اسلام اگرچہ غیر قریشی ہو ——— اگرچہ کوئی غلام حبشی ہو ——— امور جائزہ میں اس کی اطاعت تمام اور وقتِ حاجت اس کی اعانت ——— بقدر استطاعت سب اہلِ کفایت پر لازم ہے۔ [1]

استفتاء کے ۲ سوالوں کا جواب دینے کے بعد آخری سوال کا جواب یوں دیتے ہیں :۔

"البتہ اہلِ سنت کے مذہب میں خلافتِ شرعیہ کے لیے ضرور قریشیت شرط ہے اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

[1] دوام العیش از امام احمد رضا اشاعت ۱۹۸۰ء ناشر مکتبہ قادریہ لاہور ص ۳۵ - ۳۶ ؎

علیہ وسلم سے متواتر حدیثیں ہیں اسی پر صحابہ کا اجماع، تابعین کا اجماع، اہل سنّت کا اجماع ہے۔

اس میں مخالف نہیں مگر خارجی یا کچھ معتزلی ـــــ کتب عقائد وکتب حدیث وکتب فقہ اس سے مالا مال ہیں ـــــ بادشاہ وغیرہ قریشی کو سلطان ـــــ امام ـــــ امیر ـــــ والی ـــــ مَلِک کہیں گے ـــــ مگر شرعاً خلیفہ یا امیر المومنین کہ یہ بھی عرفاً اسی کا مترادف ہے ـــــ ہر بادشاہ قریشی کو بھی نہیں کہہ سکتے ـــــ

سوا اُس کے جو ساتوں شرط خلافت ـــــ اسلام ـــــ عقل ـــــ بلوغ ـــــ حریت ـــــ ذکورت ـــــ قدرت ـــــ قریشیت ـــــ سب کا جامع ہو کر تمام مسلمانوں کا فرمانروائے اعظم ہو ـــــ ! [1]

فاضل بریلوی نے خلافت کے معاملے میں ٹھیک وہی بات کہی جو فاضل بریلوی سے بہت پہلے علامہ ابن خلدون اور تمام علماء اہلسنّت کہہ چکے ہیں ـــــ اب آپ خود بتائیں کہ اجماع کا مخالف کون تھا؟ فاضل بریلوی یا حامیانِ خلافت تحریک ـــــ لیکن سے

الٹے عقل کے اندھوں کو اُلٹا نظر آتا ہے
مجنوں نظر آتا ہے لیلیٰ نظر آتا ہے

قربان جائیے فاضل بریلوی کی بصیرت اور مومنانہ فراست

[1] دوامُ العیش از : امام احمد رضا اشاعت ۱۹۸۰ء ناشر مکتبہ قادریہ لاہور ص ۴۶ - ۴۷ ؛

یہ کہ آپ نے کتاب کو تکمیل کے مراحل میں ہی چھوڑ دیا آپ کے صاحبزادے سیّدی مفتی اعظم علیہ الرحمۃ "دوام العیش" کے مقدمہ میں ارشاد فرماتے ہیں : ـــــ

"شروع ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء میں فرنگی محلی خطبہ اور آزادی رسالہ جزیرۃ العرب کے خیالات خام و باطل اوہام کے متعلق استفتاء کے جواب میں حضور پُر نور اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے ایک رسالہ "دوام العیش" فی الائمۃ من قریش تصنیف فرمایا اور ایک مقدمہ اور تین فصل پر ترتیب دیا ـــــ تیسری فصل کی بحث سوم شروع فرمائی تھی کہ اور ضروری کاموں میں مشغول ہوئے اور اُسے اس خیال سے چھوڑ دیا کہ ابھی اس کا وقت نہیں جب وقت آئے گا تکمیل کر کے طبع کرا دیا جائے گا یہاں تک کہ وصال شریف ہو گیا ـــــ ایک سال سے زائد ہم نے بھی باتباع حضور وقت کا انتظار کیا ـــــ اب جبکہ ہر ذی عقل پر حق خود ظاہر ہو گیا ہم نے اُسے اور زیادہ واضح و آشکار مثل جلوۂ آفتاب نصف النہار اور بالکل کشف حجاب کے لیے اس روشن آفتاب کے چہرۂ پُر نور سے نقاب اُٹھا دیا۔ [1]

تحریک خلافت کی ابتداء ۱۹۱۹ء سے ہے لیکن فاضل بریلوی نے تقریباً دو سال کے بعد شدت کے ساتھ تقاضہ کیے جانے کی وجہ سے ۱۹۲۰ء کے آخر میں خلافت کے مسئلہ پر لکھنا شروع کیا پھر اس کو ادھورا ہی چھوڑ دیا اور اس کو طبع بھی نہیں کرایا۔ دوسرے سال

[1] دوام العیش از امام احمد رضا اشاعت ۱۹۸۰ء مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور ص ۴۱ - ۴۲ -

۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ/ ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء کو آپ انتقال بھی کر گئے، پھر کچھ دنوں بعد خود اہلِ ترکی نے سلطان کو معزول کر کے "خلافت کی حقیقت کا بیچ چوراہے پر بھانڈا پھوڑ دیا" جس سے حامیانِ خلافت کی قلعی کھل گئی اور ؎

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے تھے لیکن
بہت بے آبرو ہو کر تیرے کوچے سے ہم نکلے

فاضل بریلوی کی فکر کو جلا ملی اور ان کا قول مبنی بر حق ثابت ہوا اور اب انگریز اس کتاب کی اشاعت سے ترکی کے خلاف کوئی فائدہ بھی نہیں اٹھا سکتے تھے لہٰذا حضور مفتی اعظم ہند سیدی مصطفےٰ رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے صرف احقاقِ حق کے لیے ۳۰ صفحات پر مشتمل شاندار مقدمے کے ساتھ اس کتاب یعنی دوام العیش فی الائمۃ من قریش کو فاضل بریلوی کے انتقال کے ایک سال بعد ۲ ربیع الاوّل ۱۳۴۱ھ/ ۱۹۲۲ء کو بریلی سے شائع کر دیا۔ رسالہ دوام العیش میں

اعلیٰ حضرت حامیانِ خلافت سے پوچھتے ہیں :۔

"کیا مسئلہ اعانت کیا آپ لوگوں کے زعم میں سلطانِ اسلام کی اعانت کچھ ضرور نہیں؟ —— صرف خلیفہ کی اعانت جائز ہے؟ —— کہ مسلمانوں کو اعانت پر ابھارنے کے لیے ادعائے خلافت ضرور ہوا؟ —— یا سلطانِ مسلمین کی اعانت صرف قادروں پر ہے؟ —— اور خلیفہ کی اطاعت بلا قدرت بھی فرض ہے؟ —— یہ نصوص قطعیہ قرآن کے خلاف ہے —— اور جب کوئی وجہ نہیں؟ —— تو پھر کیا ضرورت تھی کہ سیدھی بات میں جھگڑا ڈالنے کے لیے؟ —— جملہ علمائے کرام کی واضح تصریحات منتظا فرادِ اجماع صحابہ و اجماعِ اُمت و احادیث متواترہ کے خلاف یہ تحریک "لفظ خلافت" سے

شروع کر کے عقیدہ اجماعیہ اہلِ سنت کا خلاف کیا جائے؟ —— خارجیوں اور معتزلیوں کا ساتھ دیا جائے؟ —— دُور دراز کار تاویلوں —— تبدیلیوں —— تحریفوں —— خیانتوں —— عنادوں —— مکابروں سے حق چھپانے —— اور باطل —— پھیلانے کا ٹھیکہ لیا جائے؟ والعیاذ باللہ تعالیٰ" [1]

مزید ارشاد فرماتے ہیں کہ: ——

"آغاز میں کہا اہلسنت متغلب یعنی نا قدالشروط کی اطاعت کو فرض اور امامت کو درست مانتے ہیں —— امامت سے اگر خلافت مراد جیسا کہ یہی ظاہر ہے تو قطعاً مردود —— جس کا روشن بیان گذرا —— اور اگر سلطنت مقصود تو حق ہے —— مگر گذارش یہ ہے کہ جب مسئلہ یوں تھا —— اور بیشک تھا کہ متغلب کی بھی سلطنت صحیح اور اطاعت واجب تو کیا ضرورت تھی کہ؟ —— خواہی مخواہی مسئلہ خلافت چھیڑا جائے —— ؟ اجماع صحابہ و امت اکھیڑا جائے —— ؟ مذہب اہلِ سنت و جماعت ادھیڑا جائے —— ؟ سلطانِ اسلام بلکہ اعظم سلاطین موجودہ اسلام کی اعانت بقدرِ قدرت کیا واجب نہ تھی؟؟؟" [2]

فاضل بریلوی کا مؤقف ہم نے اُن کی تحریرات کی روشنی میں واضح کر دیا۔ آخر میں مَیں یہ بھی بتانا چاہوں گا کہ فاضل بریلوی خود بنفسِ نفیس اس تحریک میں شامل ہونا چاہتے تھے۔ لیکن ان کے مخالفین نے ان کی شمولیت کو ایک منظم سازش کے تحت روک دیا تاکہ عوام کو

---

[1] دوام العیش از امام احمد رضا اشاعت ۱۹۸۰ء مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور ص ۵۵-۵۶؛ [2] ایضاً ص ۹۳؛

اُن سے متنفر کیا جا سکے اور ثابت کیا جا سکے کہ وہ انگریزوں کے ایجنٹ ہیں معاذ اللہ ــــ فاضل بریلوی مخالفین کی اس چال کو خوب سمجھ گئے تھے اور ان کو اس کا اچھی طرح سے احساس بھی ہو گیا تھا لہٰذا خود فرماتے ہیں کہ : ــــ

"اپنے محسود دین اہل سنت سے بخار نکالنا معلوم تھا کہ کر تو کچھ نہیں سکتے ــــ نہ خود نہ وہ ــــ خالی چیخ پکار کا نام حمایت رکھتا ہے ــــ اہل عقل و دین اول تو غوغائے بے ثمر کو خود ہی عبث جان کر صرف توجہ الی اللہ پہ قانع رہیں گے ــــ اور اگر شاید شرکت چاہیں تو انہیں مذہب اہل سنت ہر شے سے زیادہ عزیز ہے ــــ مذہب ہی اُن کے نزدیک چیز ہے ــــ لہٰذا ایسے لفظ کی جلاہٹ ڈالو جو خلافِ مذہب اہلِ سنت ہو کہ "وہ شریک ہونے ہوں تو نہ ہوں ــــ "

"اور کہنے کو موقع مل جائے ــــ کہ دیکھئے انہیں مسلمانوں سے ہمدردی نہیں" ــــ "یہ تو معاذ اللہ "نصاریٰ" سے ملے ہوتے ہیں" ــــ تاکہ عوام اُن سے بھڑکیں ــــ اور دیوبندیت اور وہابیت کے پنجے جمیں ــــ "[1]

"یہ تو معاذ اللہ نصاریٰ سے ملے ہوتے ہیں" اس جملے کو بار بار پڑھ جائیے حرف حرف سے نصاریٰ کے خلاف نفرت کی بُو ٹپک رہی ہے جو نصاریٰ کا ذکر کرتے وقت اللہ رب العزت کی پناہ پکڑ رہا ہو وہ بہرحال نصاریٰ کا دوست نہیں ہو سکتا کیونکہ

ع ــــ نہ تھے دل میں تو کیوں آئے زباں پہ

[1] دوام العیش از امام احمد رضا مطبوعہ لاہور ۱۹۸۰ء ص ۹۵ ؛

رسولِ پاک علیہ السلام کا فرمان ذیشان ہے "مومن کی فراست سے بچو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے" ــــ ہوا وہی جو فاضل بریلوی کہہ رہے تھے ــــ خود ترکی کے عوام بھی حضرت شیخ سلطان عبدالحمید نور اللہ مرقدہٗ کو خلیفہ نہیں جانتے تھے لہٰذا پہلے ان لوگوں نے سلطان کو معزول کیا پھر سلطنت کو ہی ختم کر کے مغرب کی ارتقائی لہر میں شامل ہو کر ترکی میں جمہوریت قائم کر دی ــــ اب جبکہ سلطان معزول ہو چکے تھے ترکی قوم پرست اقتدار پر چھا گئے تھے۔ ترکی سے اسلام اور اسلامی تعلیمات کا جنازہ نکالنے کی سعی نامسعود کی جا رہی تھی۔ یورپی مفکروں کی تعلیمی خطوط پر (گنبدِ خضرا سے رُخ موڑ کر پیارے آقا رسول رحمۃ للعالمین کی مقدس اور پاکیزہ تعلیم سے صدیوں پرانا ناطہ رشتہ توڑ کر) حکومت کی بنیاد استوار کی جا رہی تھی ــــ مصطفٰے کمال پاشا اور ان کے بعد آنے والے تمام حکمرانوں کی ان مذموم حرکتوں کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے ــــ اب جب سلطان کے منصب بقول سیاسی قائدین کے "خلیفہ کی خلافت" کو ختم کر دیا گیا تو تحریک بھی ختم کر دی گئی اور جب حمایت میں اس تحریک کو جاری رکھنا ضروری تھا تو یک لخت اسے ختم کر دیا گیا یعنی ع

"یہ نادان گر گئے سجدے میں جب وقت قیام آیا"

تعجب بالائے تعجب اس تحریک کا سب سے بڑا دلچسپ پہلو تو یہ ہے کہ مسٹر گاندھی جس کی آندھی سے مسلمان اپنا دین و ایمان نہ بچا سکے وہ مسلمانوں کی خلافت بچا رہا تھا۔

پہلی جنگ عظیم میں ترکی نے خلاف مسلمانوں کو جنگ لڑنے سے ترکی کے مسلمانوں پر کیا اثر پڑا اور سلطنت اسلامیہ کو ختم کرنے

میں وہ اثر کتنا کام آیا ذرا اُس کی بھی ایک جھلک ملاحظہ کریں۔ مثلاً مصطفےٰ کمال اتا ترک نے کہا :-

"میں اتحادِ اسلام پر کیسے اعتبار کر سکتا ہوں جبکہ ۱۸۹۳ء میں دربارِ خلافت اور مقامِ خلافت کا محاصرہ کرنے والے روسی فوجوں میں بہت سے مسلمان تھے؟ ان لوگوں نے بلقان (رشیقہ) میں ترکوں کے خلاف اسی جوش و خروش سے گولی چلائی جس طرح وہ میدانِ عرفات میں لبیک اللھم لبیک کا نعرہ لگاتے ہیں۔"

ایک اور ترکی مفکر خامہ فرسائی فرماتا ہے :-

"ذکی بے" فرماتے ہیں کہ خلافت اسلام کی بنیاد ہے اور اس کے ذریعے سارے مسلمانوں کی ارواح اور قلوب ایک نکتے پر جمع ہوتے ہیں۔"

دوستو! میں آپ سے پوچھتا ہوں ــــــ؟ کیا یہ سچ مچ ایسا ہی ہے ــــــ؟ ذرا ماضی قریب میں ایک اُچٹتی سی نظر ڈال لیجئے

فتوئ جہاد جاری ہونے کے باوجود "مسلمانوں" نے ترکوں کو عراق میں ــــــ درۂ دانیال میں ــــــ اور فلسطین میں بے دردی سے قتل کیا ــــــ۔"

لگے ہاتھ اسی کے ساتھ ترکوں کا خلافت کے بارے میں تصوّر و تاثرات بھی ملاحظہ کر لیں :-

"مصطفےٰ کمال پاشا نے (یکم نومبر ۱۹۲۲ء کو) انقرہ کے نمائندے کے طور پر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ترکی میں عوام کی ایک حقیقی نمائندہ حکومت قائم ہو چکی ہے ــــــ انہوں نے اپنی تقریر کے شروع میں عظیم ترک قوم کی تاریخ کا مختصر جائزہ لیا۔ ترکوں نے پندرہ صدی اوّل ایشیا کے وسط میں ایک سے ایک عظیم سلطنت قائم کر کے

یہ ثابت کر دیا کہ وہ جہاں بانی اور حکمرانی کی ساری خصوصیات کے حامل ہیں ــــــ انہوں نے ان الفاظ کے ساتھ یہ بھی بتایا کہ اسلام کی تبلیغ و توسیع کیسے ہوئی اور دنیائے عرب میں کون سی نمایاں تبدیلیاں رونما ہوئیں ــــــ انہوں نے خلافت کے منصب اس کی نوعیت میں تبدیلی اور تاریخ میں اس کے مقام پر روشنی ڈالتے ہوئے یاد دلایا کہ سلجوقیوں نے سیاسی حکمرانی کے ساتھ ساتھ خلافت کے لقب اور منصب کو استعمال کرنے کی کوشش نہیں کی۔ حالانکہ وہ اگر چاہتے تو ایسا کر سکتے تھے" ــــــ۔

مصطفےٰ کمال اتا ترک کا ایک اور فرمان ذرا جگر تھام کر ملاحظہ کریں ؛ ــــــ

"جو لوگ اب بھی غفلت میں پڑے ہوئے ہیں اور اس غلط خیال کے حامی ہیں کہ منصبِ خلافت کی حفاظت میں ہمارے بہت سے مذہبی و سیاسی مفادات پوشیدہ ہیں، ان کے لیے میرا جواب یہ ہے کہ وہ ترکی کے دشمن ہیں۔ براہِ کرم وہ مسلمانوں کو "خلافت جیسے خیالی تصوّر" (معاذ اللہ) کے ذریعے گمراہ کرنے سے باز آجائیں۔"[۱]

اب فاضل بریلوی کا خیال بھی سلطنت اسلامیہ ترکیہ کے بارے میں کیا تھا اس کو ملاحظہ کریں تاکہ ملیح آبادی صاحب کی عنایتوں کا پردہ چاک ہو سکے ــــــ فاضل بریلوی کس والہانہ انداز سے اہل ترکی وسلطنت عثمانیہ کا تذکرہ کرتے ہیں ایک نظر اس پر بھی ڈال لیں فرماتے ہیں : ــــــ

[۱] تحریکِ خلافت از میم کمال او کے مطبوعہ لاہور ۱۹۹۱ء (مذکورہ بالا صفحات) ۲۳۸، ۲۴۴، ۱۹۹، ۲۳۵ ؛

"ترکی سلاطین اسلام پر رحمتیں ہوں ——— وہ خود اہل سنّت تھے ——— اور ہیں ——— مخالفت مذہب انہیں کیونکر گوارا ہوتی انہوں نے خود خلافت شرعیہ کا دعویٰ نہ فرمایا ——— اپنے آپ کو سلطان ہی کہا اور سلطان ہی کہلوایا ——— اس لحاظ سے مذہب کی برکت نے انہیں وہ پیارا خطاب دلایا کہ امیرالمومنین وخلیفۃ المسلمین سے دل کشی میں کم نہ آیا ——— کیا ان القاب سے کام نہ چلتا جب تک مذہب واجماع اہل سنّت پاؤں کے نیچے نہ کچلتا۔ [1]

آپ نے فاضل بریلوی کے جذبات وخیالات سے آگاہی اور ان کی دلی کیفیات کا مشاہدہ اُن کی تحریر ورسائل کے حوالے سے کر لیا اور یہ بھی جان لیا کہ حق کیا تھا اور باطل کیا تھا اور بتایا کیا جاتا ہے؟ نیز یہ بھی جان لیا کہ فاضل بریلوی قائدین تحریک خلافت کے اس لیے مخالف تھے کہ اُنہوں نے انگریزوں سے ساز باز کر کے خود سلطنت عثمانیہ کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا تھا۔ لیکن ملیح آبادی صاحب نے حق کو چُھپا کر فاضل بریلوی کی مخالفت کو دوسرے رنگ میں پیش کرنے کی جسارت کی ہے اور یہ اہل علم کے شان کے منافی ہے ——— کیونکہ قرآن کا کہنا ہے بیشک اللہ سے صاحب علم حضرات ہی ڈرتے ہیں۔ اورخوف الٰہی کا تقاضا ہے کہ حق کو حق اور ناحق کو ناحق کہا جائے اپنے اور پرائے کا امتیاز کرنا بہرحال اہل حق کا شیوہ نہیں۔ اور نہ کسی مسلمان کے شایان شان ہے ؎

جھوٹ کا اعتبار نہ زُد حوں کا اعتبار
اِس دَور میں فریب ہے چہروں کا اعتبار

[1] دوام العیش از امام احمد رضا مطبوعہ لاہور ۱۹۸۰ء ص ۹۵

خوش فہمیاں ہم اوڑھ کے بیٹھے تو یہ کھلا
آئینہ توڑ دیتا ہے چہروں کا اعتبار
زخمی پڑے ہیں لوگ اُٹھیں کہاں تلک
کب تک رکھیں گے باندھ کے جذبوں کا اعتبار

بفضل تعالیٰ اب تک بہت ساری حقیقتوں کا ادراک کر چکے ہیں، مزید انکشافِ حقیقت کے لیے ہم کچھ اوراقِ ماضی کو پلٹتے ہیں لیکن میں یہاں ایک بات اور بتانا چاہوں گا اور وہ یہ ہے کہ انگریزوں کی وعدہ خلافی سے دل برداشتہ ہو کر جو تحریک بظاہر عثمانی سلطنت کو بچانے کے لیے بنام خلافت شروع کی گئی تھی اس کا اصل مقصد سلطنت اسلامیہ عثمانیہ کو بچانا نہیں تھا بلکہ ہندو مسلم اتحاد کی بنیاد پر "سیلف گورنمنٹ" "سوراج" حاصل کرنا اور اس کے لیے چندہ کا حصول تھا ثبوت ملاحظہ کریں: ——— ڈاکٹر میم کمال اوکے لکھتے ہیں:۔

"مولانا محمد علی اور ان کے قریبی رفقاء کی گرفتاری اور کراچی کی عدالت میں پیشی کے بعد مسلمانان جنوبی ایشیاء کی قیادت کی ذمہ داریاں مولانا ابوالکلام آزاد نے سنبھالیں۔ انہوں نے ملک کا ایک سرے سے دوسرے سرے تک دورہ کیا۔ خاص کر دلی کلکتہ اور بمبئی میں عوام کے بڑے بڑے اجتماعات سے خطاب کیا اور اپنی ——— تقریروں میں ——— اس بات کا بار بار ——— اعادہ کیا کہ ان کا مقصد ہندوستان کی آزادی کا حصول ہے۔" [1]

اب ذرا چندہ کی بابت بھی کچھ حقائق ملاحظہ کریں:۔

"ایک مآخذ کے مطابق اس وقت تک چندے میں جمع کی جانے

[1] تحریک خلافت از ڈاکٹر میم کمال اوکے مطبوعہ لاہور ۱۹۹۱ء ص ۱۵۱

والی ۱۵ لاکھ (ڈیڑھ ملین) پونڈ جیسی خطیر رقم دھری رہ گئی اور مولانا محمد علی کا اسے ترکی بھیجنا ناممکن ہو گیا"۔[1]

لیکن اس میں سے کتنی رقم آسمان نے کھالی اور کتنی زمین نگل گئی، کس قدر ہنود کے ہاتھ لگی یہ تو خدا ہی بہتر جانتا ہے اور کتنا حق بحقدار رسید خدائے رب قہار وجبار کے علاوہ اور کون جانتا ہے؟ مگر فاضل بریلوی کو چندہ کے خرد برد کی حقیقت کا ادراک ہو چکا تھا۔ لہذا فاضل بریلوی ابوالکلام آزاد پر تنقید اور اُن کا محاسبہ کرتے ہوئے اپنے رسالے میں رقم طراز ہیں: ـــــ

"ترکوں کی حمایت تو محض دھوکے کی ٹٹی ہے ـــــ اصل مقصود بغلامی ہنود سوراج کی چکی ہے ـــــ بڑے بڑے لیڈروں نے جس کی تصریح کردی ہے ـــــ بھاری بھر کم خلافت کا نام لو عوام بپھریں ـــــ "چندہ خوب ملے" ـــــ اور گنگا جمنا کی مقدس زمینیں آزاد کرانے کا کام چلے ـــــ"[2]

یہی وہ فاضل بریلوی کی علمی و شرعی تنقید ہے جسے ملیح آبادی صاحب اپنے ممدوح جناب ابوالکلام آزاد صاحب کی ذات پر برداشت نہ کر سکے "نتیجتاً" فاضل بریلوی کی ذات پر ملیح آبادی صاحب نے مختلف نئے نئے زاویوں سے بہتان بازی اور الزام تراشی کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اور یوں بھی ملیح آبادی صاحب کا فاضل بریلوی سے فکری تصادم تھا کیونکہ فاضل بریلوی امام اہلسنت تھے تو ملیح آبادی صاحب "کمیونسٹ" بحوالہ

---

[1] تحریکِ خلافت از ڈاکٹر میم کمال اوکے مطبوعہ لاہور ۱۹۹۱ء ص ۱۵۰
[2] دوام العیش از امام احمد رضا مطبوعہ لاہور ۱۹۸۰ء ناشر مکتبہ قادریہ ص ۹۵

گذشتہ صفحات میں گذر چکا ہے، لہذا بات یوں بنی کہ "ایک تو کریلا دوسرا نیم چڑھا" یعنی ممدوح کی حمایت میں حقیقت کا خون تو ہو جائے مگر ممدوح کی ذات پر کوئی آنچ نہ آنے پائے ـــــ یاد رکھئے وقت اور تاریخ کے بے رحم ہاتھ کسی کی رو رعایت نہیں کرتے وقت اپنے حالات کے تناظر میں حقائق واضح کرتے ہوئے گزرتا چلا جاتا ہے اور تاریخ اُسے صفحۂ قرطاس پہ ثبت کر کے اپنے سینے پہ سجا لیتی ہے اور پھر ؎

وہ پوچھتا ہے پتہ اپنا اب خلاؤں سے
بہت تھا شوق اُسے خود سے بات کرنے کا

② تحریک ترک موالات

یہ تحریک "تحریک خلافت" ہی کی دوسری شکل ہے جس میں کفر کی عیاریت ـــــ دشمنِ اسلام کی مکاریت ـــــ فتنہ ارتداد کی بنیاد اور اسلام کی تذلیل کا سارا سامان اپنے تمام تر لاؤ لشکر کے ساتھ موجود تھا۔ مسٹر گاندھی نے ۱۹۲۰ء میں ترک موالات کا اعلان کر دیا تھا لیکن ابھی تک اس تحریک نے کوئی قابلِ قدر کارنامہ نہیں انجام دیا تھا ابھی اس کے ذریعہ دھیرے دھیرے اہلِ ہنود کے دل میں انگریز سے نفرت اور اُن کی مخالفت کا جذبہ ڈالا جا رہا تھا لیکن برخلاف اس کے مسلمانوں کے دلوں میں پہلے ہی سے نفرتوں کا جذبہ انگریزوں کے خلاف کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا کیونکہ فرنگیوں نے حکومت مسلمانوں سے چھینی تھی۔ بہت سارے مسلمان مجاہدوں کو دریائے شور عبور کرنے پر مجبور کر دیا گیا تھا نہ جانے کتنے اَن گنت لوگ پھانسی کے گھاٹ اُتار دیئے گئے۔ مسلمانوں کے دین، جائداد، املاک و معیشت کے تباہ کرنے میں کوئی رحم نہیں برتا گیا بلکہ خصوصی توجہ اس طرف دی گئی ـــــ غدار خریدے

گئے اور عام مسلمانوں کو تباہ کیا گیا اس لیے جنوبی ایشیاء کے عام مسلمانوں کی اکثریت انگریزوں سے شدید نفرت کرتی تھی ـــــ واضح ہو کہ میں یہاں اُن چند نام نہاد دشمن اسلام اور غداروں کی بات نہیں کرتا جن کا کام ہی انگریزوں کی چوکھٹ پر جھکنا اور رقص کے دوران اپنے پیروں میں بندھے ہوئے گھنگھروؤں کے ایک ایک بول اور ان کی جھنکاروں کو انگریزوں کے حکم کے تابع کر دینا تھا ـــ جو نہ اپنا سر فرنگیوں کے حکم کے بغیر اُٹھا سکتے تھے اور نہ جھکا سکتے تھے۔ ایسے "ننگ اسلاف"، "ملت فروش" اور "اسلام دشمنوں" کی تعداد بس انگلیوں پر گننے کے قابل ہے جن کی کوئی لمبی چوڑی فہرست نہیں ہے اور جن کا وجود نامسعود ہر دَور ہر ملک و ہر ملت میں رہا ہے۔ چونکہ میرا "موضوع خاص" یہ نہیں ہے چنانچہ میں یہاں ان کا نام بنام ذکر کرنا نہیں چاہتا تاہم میں نے ان کی طرف اجمالاً اشارہ کر دیا ہے ـــ انشاء اللہ ہم کسی اور مقالے میں اس پر تفصیلی گفتگو کریں گے۔

یہی وجہ ہے کہ تحریک ترک موالات کو سنبھالا دینے کے لیے مسلمانوں کے اس جذبے کا سہارا لیا گیا تاکہ تحریک میں جان پڑ جائے اور ہوا بھی ایسا ہی کہ مسلمان انگریز دشمنی میں اتنا آگے نکل گئے کہ ہنود کے ساتھ مل کر اپنا تشخص کھو دیا۔ اپنی امتیازی حیثیت بھول گئے ـــــ شعائر دین کا خود مذاق اُڑانے لگے ـــــ یہ ہندو مسلم اتحاد بالکل یک جان دو قالب کی حیثیت اختیار کر گیا اور نوبت بہ ایں جا رسید کہ گائے کی قربانی کو "ہندو بھائیوں" کی خوشنودی پر خود قربان کرنا شروع کر دیا گیا۔ بلکہ بعض حضرات نے اپنی اس مطلب براری کے لیے حدیث پاک میں تحریف اور کلام الہٰی کی غلط تفسیر کرنے سے بھی باز نہیں آئے۔ اس تشویش ناک صورتِ حال سے علمائے حق کو پریشان ہونا

لازمی امر تھا ـــــ چونکہ اس دَور کا بھیانک منظر آج ہماری آنکھوں کے سامنے سے اوجھل ہے لہٰذا ہمیں اس کی شدت کا احساس نہیں کہ آج سے ستر یا پچھتر سال پہلے برصغیر میں اسلام اور مسلمانوں پر کیا گذری ـــ ذیل میں ہم حضرت علامہ پروفیسر سیّد محمد سلیمان اشرف علیہ الرحمۃ (صدر شعبۂ علوم اسلامیہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) کا (اُن کی تصنیف سے) ایک اقتباس پیش کرتے ہیں، باقی آپ خود اندازہ لگائیں :-

"فدائیانِ وطن مسلم اور ہنود کے "اتفاق و اتحاد" کا مقصد تو یہ تھا کہ اغراض سیاسی و ملکی میں دونوں قومیں یک زبان ہو کر مطالبہ پیش کریں اور دونوں ہاتھ ایک بن کر انتظامات میں شریک ہوں ـــــ اس اتفاق کا یہ مطلب تو ہرگز نہ تھا ـــــ اور نہ ہرگز ہونا چاہیے کہ مسلمان مسلمان نہ رہیں ـــــ

اگر اس صدی کے مسلمانوں کے نزدیک اُن کا دین ان کی شاہراہِ ترقی میں سنگ راہ ہے تو انہیں اس کا اختیار ہے کہ اس صراطِ مستقیم اور اس دین قدیم سے اپنے کو علیحدہ کر لیں اور جو مذہب اُنہیں دنیاوی متمتعات سے مالا مال کر دے اُسے اختیار کر لیں ـــــ

لیکن اس کا انہیں اختیار نہیں کہ اپنے کو مسلم اور مومن کہہ کر "قوانین ایمان" اور "شریعت اسلام" میں اصلاحیں دیں اور ایک مذہب ممزوج اور ایک دین مرکب ایجاد کریں ـــ اس نئے دین سے وہ مقدس اسلام جسے آج سے چودہ سو برس قبل ہمارے پیغمبر روحی فداہ لائے تھے ـــــ اپنی بیزاری ظاہر کرتا ہے اور مثل دیگر ادیان باطلہ اسے بھی ایک دین باطل کے لقب سے خطاب کرتا ہے ـــــ

مسلمانو! ذرا انصاف سے کام لو تم نے مساجد کی کیسی بےحرمتی اپنے ہاتھوں سے کی ہے ـــــــ کیا مسلمانوں کو یہ مسئلہ معلوم نہیں کہ نجس و ناپاک کا مسجد میں جانا شرعاً سخت ممنوع ہے ـــــــ اہلِ ہنود کے مذہب میں "بجز مسلمانوں کے" وجود کے اور کوئی شے نجس نہیں ـــــــ علاوہ نجاست کفر و شرک کے وہ دیگر نجاست ظاہری سے آلودہ رہتے ہیں ـــــــ انہیں تم مساجد میں لے گئے۔ ممبر یا کمرہ جو ساری مسجد کا ایک ممتاز مقام ہے اُس پر تم نے ہنود کو جگہ دی تبلیغ و ہدایت کے لیے ان سے مصر ہوئے ـــــــ ذرا ایمان کو سامنے رکھ کر کہنا کہ ممبر کس کی جگہ تھی ـــــــ؟ اور اس پر سے کس کی صدائے تلقین و تبلیغ بلند ہوئی تھی اور تم نے اس عظمت کو کس بےدردی سے پامال کیا ـــــــ؟ ہنود مساجد میں توحید کی آواز سننے اور مشرکانہ اعمال کی خطاری سمجھنے اور ہدایت پانے کے لیے اگر جاتے یا لے جائے جاتے تو سہو اور غلط کاری کا ایک بہانہ بھی تھا۔

لیکن خاص خانۂ خدا اور توحید کے مکان میں مبلغ کی حیثیت سے ہنود کو سربلندی بخشنا اسی صدی کے مدعیانِ اسلام کا خاصہ ہے"۔[1]

ــہ عبارت لفظ بہ لفظ پھر تشریح دیکھیں ؛

ابھی اس میں بڑی گہرائیاں ہیں۔ (راسخانا چشتی)

آپ نے جس اقتباس کی ورق گردانی کی ہے۔ یقیناً یہ کسی تبصرہ کا محتاج نہیں ہے۔ لفظ لفظ اور حرف حرف سے حقیقت عیاں ہے اور کیوں نہ عیاں ہو کہ ادب معاشرہ کا آئینہ ہے آپ بھی اس آئینہ میں

[1] الارشاد از پروفیسر محمد سلیمان اشرف طباعت پاکستان بار اول ۱۹۸۱ء ناشر مکتبہ رضویہ لاہور ص ۱۵-۱۶ ؛

ذرا ماضی کے بھیانک چہرے کو دیکھ لیں کہ اسلام پر غیروں کے علاوہ اپنوں نے کیسا مشقِ ستم ڈھایا ہے دیکھ کر کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ لیکن میں اس پر کچھ تبصرہ کروں اس سے پہلے اس اقتباس کی حقانیت کی دلیل کے لیے چند شواہد خود آزاد صاحب کے حامی قلمکاروں کے گھر سے دینا چاہتا ہوں تاکہ آپ کو کوئی حتمی فیصلہ کرنے میں کوئی تردد کوئی شک نہ رہ جائے اور مجھے بھی آپ تک حقائق پہنچانے میں اطمینانِ قلب حاصل ہو جائے ـــــــ۔

عبدالقوی صاحب لکھتے ہیں : ـــــــ

"۱۹۱۹ء آتے آتے ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان اتحاد کا اس قدر زور تھا کہ کلکتہ اور دہلی کے مسلمانوں نے غیر مسلموں کو بھی جلسوں میں شریک ہونے کے لیے مسجدوں میں آنے کی اجازت دے دی تھی ـــــــ دہلی کے مسلمانوں نے شردھانند سے جامع مسجد میں تقریر کرائی جس کے خلاف بعض اخبارات نے انگریزوں کے اشارے پر آواز اُٹھائی اس لیے کہ انہیں یہ "اتحاد" پسند نہ تھا"۔[1]

اب ذرا ابوسلمان شاہجہان پوری صاحب کو بھی ایک سرسری نظر دیکھ لیں تاکہ ہدف تک پہنچنے میں مزید آسانی ہو جائے۔

"تحریک ترکِ موالات کے زمانے میں یعنی اواخر ۱۹۲۰ء میں مدرسہ اسلامیہ جامع مسجد کی بنیاد پڑ چکی تھی ـــــــ لیکن اس کا باقاعدہ افتتاح ۱۳ دسمبر ۱۹۲۰ء کو "گاندھی جی" کے ہاتھوں کرایا گیا ـــــــ اس موقع پر بہت سے ہندو اور مسلمان جمع تھے اس تقریب میں گاندھی جی نے ایک تقریر کی اور معائنہ رجسٹر پر اپنے ہاتھوں سے تحریر

[1] ابوالکلام آزاد۔ از عبدالقوی دسنوی؛ اشاعتِ اول ۱۹۸۷ء ناشر ساہتیہ اکادمی نئی دہلی ص ۲۲ ؛

جب مسلمان سوامی شردھانند جیسے ہندوؤں کو بھی جامع مسجد میں اپنی تقریبات میں تقریر کرنے کیلئے مدعو کرتے تھے

تکلیف کا موسم!

اپنی حاکمیت ... کا موسم مختلف فرقوں کے درمیان کبھی بھی اپنے اختلافات سے شروع نہیں ہوا۔ حقیقت اس مرتبہ جو ایک وقت تھا جب ہم اپنے گلی محلوں میں دسہرہ اور رام لیلا کی رنگ برنگی پوشاک ... رقص اور ... کو دیکھنے کی دلچسپی سے انتظار کیا کرتے تھے۔ ان میں مسلم ... جیسا کہ ... ہماری ... کا حصہ ہے۔ آج بھی ... بنا رہتا ہے اور ... کرتے ہیں۔ مگر وہ جلد ہی ... کسی فرقہ وارانہ تشدد یا فساد کے ختم ہو جاتے ہیں۔ ایک وقت تھا جب سیدوں کے ہاں سے ہندو اور سکھوں کا جلوس نکلتا تھا ... کا اظہار کرنے کے لئے مسلمانوں کو مالائیں پہناتے تھے۔ ... [illegible] ... جلوس بھی دیکھا ہے۔ جس کی قیادت سب کی سب مسلمان لڑکیوں کے ایک بینڈ نے کی تھی۔

آج مسلمان [illegible] کہتے ہیں۔ کہ جلوس ان کی عبادت میں خلل ڈالتے ہیں جو کہ ٹھیک نہیں ہے۔

کبھی کبھی جلوس میں شامل لوگ جیسے ہی مسجد کے نزدیک سے گذرتے ہیں تو شور کرنے والے نعرے لگانے شروع کر دیتے ہیں۔ اس وقت کی یاد تازہ ہی ہے جب مسلمانوں نے سوامی شردھانند جیسے ہندو کو جامع مسجد کے اندر سے اپنی تقریبات کو خطاب کرنے کے لئے مدعو کیا تھا۔ آج اسی جامع مسجد کے شاہی امام جنگجویانہ طریقے سے اپنی تلوار لہرا کر ... ہندوؤں کی جنگجو تنظیموں کو چیلنج کرتے ہیں۔ مختصر یہ کہ ایک وقت تھا جب ایک فرقہ کی طرف سے خیر سگالی کا اظہار دوسروں کی طرف سے اس سے بھی زیادہ خیر سگالی کی باتوں سے کیا جاتا تھا۔ اور آج جانتے ہوئے ... لیڈر زیادہ سے زیادہ یہ کرتے ہیں کہ اپنے پیچھے چلنے والے گروہوں کو خیالی بے عزتی کے خلاف ... کے لئے بھڑکانے بیٹھتے ہیں۔

جیسے کرشن ...
...
... کر دیا
میں تمہاری ... کو ... گا۔

یہ سب دھرم کے نام پر ہوتا ہے ... کوئی ... بات ہے کہ ... عورتیں ... مسجد ... اپنی پیٹھ موڑتے ہوئے گذر جاتے ہیں۔

● خوشونت سنگھ ●

ایک بھارتی غیر مسلم صحافی کا اظہارِ حق اور اس سے استدلال۔ (نوشاد عالم چشتی)

ایڈیٹوریل صفحہ ۔ 3 ۔ روزنامہ "ہند سماچار" جالندھر — 11۔ اکتوبر 1986ء

کیا تھا ـــــ "میں مدرسہ کی ترقی کے لیے دُعا (دعا) کرتا ہوں۔"[1]

یہ گھر کی آواز ہے اس پر ضرور دھیان دینا چاہیے ـــــ ممکن ہے ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ مخالف حق بیان کرنے سے اعراض کرے۔ لیکن یہ گھر کی صدائیں تو جھوٹ بغض و حسد پر مبنی نہیں ہیں ـــ؟ لہٰذا کہنے دیا جائے کہ فاضل بریلوی کے خلیفہ حضرت مولانا پروفیسر سیّد محمد سلیمان اشرف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اس تحریر میں جو اندیشہ ظاہر کیا ہے وہ نہیں حقیقت میں واقع ہوا ہے یہ کسی تصوراتی ذہن کا خیالی ناول نہیں ہے ـــــ حد تو یہ ہے کہ "مسجد میں تقریر" کرانے اور مدرسہ کا "باقاعدہ" افتتاح کرانے پر ہی اکتفا نہیں کیا گیا ـــــ بلکہ اس سے بھی بڑھ چڑھ کے وہ "کارہائے نمایاں" انجام دیئے گئے جسے کرنے کے بعد مسلمان مسلمان نہ رہا وہ کفر کے ہاتھوں کا ایک کھلونا! محض بن گیا تھا ـــــ ضخامت کے بڑھ جانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں ۱۹۱۹ء سے لے کر ۱۹۴۷ء تک کے ان تمام کاموں کا ایک جامع فہرست دیتا ـــــ تاہم میں ان میں سے چند باتیں ضرور آگے چل کے نقل کروں گا تاکہ ہماری آنے والی نسل کو "آزاد صاحب" اور "حامیان آزاد صاحبان کے" بارے میں تفصیلاً نہ سہی تو اجمالاً ہی معلومات حاصل ہو جائیں اور وہ غلط پروپیگنڈہ سے گمراہ ہونے سے بچ جائے۔ آج کل یوں بھی ہمارے بزرگوں کی کتابوں میں تحریف و خیانت اور کتر بیونت کا کام بڑے خاموش انداز میں جاری ہے ـــــ تاریخ کو بدلنے اور اس کو مسخ کرنے کا کام ایک بڑے منظم انداز میں شروع

[1] ابوالکلام آزاد از عبدالقوی دسنوی۔ اشاعت اول ۱۹۸۷ء، ساہتیہ اکادمی نئی دہلی ص ۱۱۔

ایسا لگتا ہے کہ آزاد صاحب نے "سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے" کا محاورہ غالباً نہیں پڑھا تھا اور نہ انہیں فلسفہ نفاق پر یقین تھا ـــــ ورنہ وہ خدا کے فرمانِ عظیم لایالونکم خبالاً ـــــ "یعنی کافر تمہیں نقصان پہنچانے میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھیں گے۔" سے بغاوت کرنے کی جسارت نہ کرتے ـــــ خدا جانے وہ کیسے مفسر تھے کہ اس طرح کی تمام قرآنی آیات اور ان کے احکامات "آزاد صاحب" کی نظروں سے یک لخت غائب ہو جاتے تھے یا اُنہیں نظر ہی نہیں آتے ـــــ لیکن قرآن و حدیث کی خامیاں ہمیشہ ان کی نظروں میں رہتیں اور دل میں کھٹکتی تھیں لہذا ـــــ جب ان سے پوچھا گیا تو جناب ملیح آبادی صاحب کا بیان ہے کہ ابوالکلام آزاد نے ان کے ایک سوال کے جواب میں فرمایا:۔

"حدیث انسانی سوسائٹی کیلئے قانون کا سوتا نہیں ہوسکتی" ـــــ عالمگیر ہدایت کا ضامن قرآن ہے اور قرآن محدودے چند قوانین کا حامل ہے" یہ اس لیے کہ کوئی بھی قانون اختلاف ازمنہ و حالات کی وجہ سے ساری دنیا پر نہ نافذ ہو سکتا ہے نہ مفید ہو سکتا ہے" ـــــ دراصل شریعت کی اساس جلبِ مصالح اور دفعِ مفاسد پر ہے" [1]

"حدیث انسانی سوسائٹی کے لیے قانون کا سوتا نہیں ہو سکتی"

اس عبارت کی معنویت پر ذرا آپ غور کریں کہ اس میں کونسا جذبہ کارفرما ہے ـــــ آزاد صاحب کی نظر میں فرمانِ رسالت کی حقیقت کیا ہے؟ ـــــ پرویز اور آزاد کی فکروں میں اب فرق ہی کیا ہے؟

---

[1] ابوالکلام آزاد ایک ہمہ گیر شخصیت مرتبہ رشید الدین خاں اشاعت اوّل ۱۹۸۹ء ناشر ترقی اردو بیورو نئی دہلی صہ ۸۶ ؎

کر دیا گیا ہے تاکہ یہ پاک نفوس اپنے بزرگوں کی ان "کرتوتوں" پر پردہ ڈال سکیں جن سے ماضی میں مسلمانوں کو سخت نقصان دینی، جانی، مالی تمام اقسام کا پہنچا ہے۔ کاش محققین اس پر بھرپور توجہ دیتے ـــــ یہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں تو ایسے بولتے چلے جاتے ہیں کہ جیسے انہوں نے پوری زندگی میں کبھی بھی سچ بولنا سیکھا ہی نہیں ہے ـــــ خدا کی پناہ ـــــ خوفِ خدا اور یومِ جزاء کے احتساب کے تصور سے بھی یہ لوگ ذہنی و فکری طور پر عاری ہو چکے ہیں ـــــ بات سے بات نکلتے ہوئے مزید کوئی دوسرا رُخ نہ اختیار کر لے ہم اپنے اصل موضوع پر پھر آجاتے ہیں۔ اور پھر آپ آزاد صاحب کے ایک اقتباس سے اپنے ذہن کا رشتہ جوڑ لیں اور "فرمانِ آزاد" ملاحظہ فرمائیں کہ فرماتے ہیں:۔

"میں مسلمانوں سے خاص طور پر دو باتیں کہوں گا ـــــ ایک یہ کہ اپنے "ہندو بھائیوں" کے ساتھ پوری طرح متفق رہیں ـــــ اگر ان میں سے کسی ایک بھائی یا کہ ایک جماعت سے کوئی بات نادانی کی بھی ہو جائے تو اُسے بخش دیں ـــــ اور اپنی جانب سے کوئی بات ایسی نہ کریں جس سے اس "مبارک اتحاد" کو صدمہ پہنچے ـــــ دوسری بات یہ ہے کہ مہاتما گاندھی پر پوری طرح اعتماد رکھیں اور جب تک وہ کوئی ایسی بات نہ چاہیں جو اسلام کے خلاف ہو اس وقت تک پوری سچائی اور مضبوطی کے ساتھ ان کے مشورول پر کاربند رہیں۔" [1]

---

[1] میں بڑے مسلمان۔ مرتب عبدالرشید ارشد اشاعت چہارم ۱۹۸۳ء ناشر مکتبہ رشیدیہ لاہور ص ۲۳۲ ؎

جب پرویز منکرِ حدیث ہے تو پھر آزاد صاحب حامیانِ حدیث میں کب سے شامل ہو کر "اہلِ حدیث" کے محبتوں کا مرکز بن گئے جو رات دن ان کی پرستش کرتے پھرتے ہیں ـــــ فاضل بریلوی کے مخالفوں کا یہی وہ دوہرا کردار ہے جس کا سمجھنا ناممکن تو نہیں لیکن مشکل بہت ہے جسے دیکھ کر اہلِ تحقیق بے ساختہ پکار اُٹھتے ہیں ؎

الٰہی یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں
یہاں سلطانی بھی عیاری ہے درویشی بھی "مکاری"

آزاد صاحب کا یہ کہنا کہ ـــــ

"قرآن محدود سے چند قوانین کا حامل ہے یہ اس لیے کہ کوئی قانون بھی اختلافِ ازمنہ و حالات کی وجہ سے ساری دُنیا پر نہ نافذ ہو سکتا ہے نہ مفید ہو سکتا ہے"

کتنی دل آزار بات ہے اور کس قدر کمیونزم سے متاثر ـــــ جناب آزاد صاحب یہ فرماتے ہوئے بھول گئے کہ "یونیورسل قوانین ـــــ (UNIVERSAL LAWS) کی آفاقیت مسلّمہ پوری دُنیا میں ہے۔

- کیا خدائے قدیر تمام کائنات کا خالق مالک حاکم قادر قیوم نہیں ہے ـــــ؟
- کیا اس کے علم سے کوئی بات کسی زمانے کے لیے بھی پوشیدہ ہے ـــــ؟
- کیا زمانے کے حالات اور اس کی گردش، نقل و حرکت اُس کے قبضۂ قدرت سے باہر ہیں ـــــ؟
- کیا ان اللہ علیٰ کل شیء قدیر اس کا قول نہیں ہے ـــــ؟
- تو پھر اس طرح کے "آزادانہ قول" سے فرمانِ ربّ العالمین، قل انی رسول اللہ الیکم جمیعاً کی اپنی معنوی حیثیت ہی کیا

رہ جاتی ہے ـــــ؟

اور اس طرح کی فکری روش کو پروان چڑھانے کے بعد ہم توقع رکھیں کہ اس زمانہ کے موجودہ مسلمان بھی قرنِ اولیٰ کے مسلمانوں کے مکمل پیروکار نظر آئیں سوائے دیوانے کی بڑ کے اور کیا ہو سکتا ہے ـــــ؟

اگر یہی بات کوئی کھلا کافر یا کوئی مستشرق کہتا تو ہم اُسے "اسلام دشمن" ـــــ "سرپھرا" کہہ کر دل کو تسلی دے دیتا ـــــ لیکن جو کلمے کے لبادے میں اس طرح کی بات کرے تو اُسے کیا کہہ کر دل کو تسلی دی جائے ـــــ؟ یہیں سے یہ بات بھی ثابت ہو جاتی ہے کہ فاضل بریلوی کے مخالفین قرآن و حدیث کی حمایت اللہ اور اس کے رسول کی رضا کے لیے نہیں کرتے بلکہ انہیں اپنے بزرگوں کی رضا جوئی "منظور ہوتی ہے ـــــ اگر یہ بات کوئی اور کہے تو اُس کا ڈٹ کر مکمل رَدّ کیا جائے گا ـــــ مگر یہ بات چونکہ "آزاد صاحب" نے کہی تو اب اس کا رَدّ نہیں بلکہ دُور دراز کے تاویلاتی مکر و فریب کی بنیاد پر اس تحریر کی حمایت کی جائے گی اور آزاد صاحب کی جگہ جناب عبد الرشید ارشد کی تصنیف "بیس بڑے مسلمان" کے اوراقِ مقدسہ پر ہوگی

اندازہ لگا لیں ـــــ جب اِن کے "بیس بڑے مسلمانوں کا یہ حال ہے تو پھر اُن کے دیگر چھوٹے مسلمانوں کا کیا حال ہوگا" ـــــ؟ دیگ کے پورے چاول چیک کرنے کی بجائے چند نمونے ہی کافی ہوتے ہیں۔

فاضل بریلوی نے جب آزاد صاحب کی اس طرح کی تحریروں کو دیکھا تو آپ نے اس کا تعاقب کیا جس سے حامیانِ آزاد کے دلوں پر بغض و حسد کی چوٹ اُبھر آئی نتیجتاً بپھر پڑے۔

فاضل بریلوی ایک جگہ آزاد صاحب کی علمی گرفت یوں فرماتے ہیں:-

"کسی پرچہ اخبار کی ایڈیٹری اور چیز ہے اور حدیث وفقہ کا سمجھنا اور ـــــ وہ "من" کا ترجمہ "سے" اور "الی" کا ترجمہ "تک" کر لینے سے نہیں آتا ـــــ اگر ضمیر قریش کی طرف ہوتی تو "اثنان" کی جگہ "احد" فرمایا جاتا۔" [1]

آزاد صاحب کی اسلام مخالف تحریر پر فاضل بریلوی کی ایک اور گرفت ملاحظہ کریں :ـــــ

"مسٹر آزاد اگرچہ اپنے نشے میں تمام آئمہ مجتہدین کرام سے اپنے آپ کو اعلیٰ جانتے ہیں ان کے ارشادات کو ظنی اور اپنے توہمات کو وحی سے مکتسب مانتے ہیں ـــــ اور سلطان کا نام محض دکھاوا ہے تمام اُمت سے اپنی امامت مطلقہ منوانے کا دعویٰ ہے ـــــ دیکھو رسالۂ خلافت کا اخیر مضمون اتبعون اھدکم سبیل الرشاد میرے پیرو ہو جاؤ میں تمہیں راہِ حق کی ہدایت کر دوں گا۔" [2]

آزاد صاحب کے اس "مبارک اتحاد" پر جی چاہتا ہے کہ میں خود کوئی تبصرہ نہ کروں بلکہ آپ کی صوابدید پر ہی چھوڑ دوں تاکہ آپ اپنی ذاتی رائے سے خود کو بھی مطلع کر سکیں لیکن میں اس "مبارک اتحاد" سے جنم لینے والی تحریک ترکِ موالات سے پیدا ہونے والے نتائج کی ایک ہلکی سی جھلک دکھا دیتا ہوں ـــــ تفصیلات کے لیے مسعودِ ملت حضرت پروفیسر ڈاکٹر سیدی محمد مسعود احمد مدظلہ العالی کی تصنیف "تحریکِ آزادیٔ ہند اور السواد الاعظم" کا مطالعہ کریں جو اس موضوع پر سب سے زیادہ مستند اور تحقیقی کتاب ہے اور جو

---

[1] دوام العیش از امام احمد رضا اشاعت ۱۹۸۰ء مطبوعہ لاہور ص ۱۰۱ [2] ایضاً ص ۱۰۰

مراجع کی حیثیت اختیار کر گئی ہے ـــــ آخر میں ابوسلیمان شاہجہانپوری صاحب کو ان کی ایک غلطی کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ جناب ابوسلیمان صاحب نے اپنے ممدوح کے محبوب گاندھی جی کے "ہاتھوں" کا تذکرہ کرتے وقت اس کی صفت "مبارک" یا "مقدس" بھول گئے ہیں جیسا کہ آزاد صاحب نے "اتحاد" کے ساتھ خود "مبارک" کا لفظ استعمال کیا تھا اور وہ سیاسی و فکری طور پر آزاد صاحب کے حامی ہونے کے باوجود بھی "آزاد صاحب" سے "آزاد" ہو گئے ہیں یقیناً ان کے اس فعل سے آزاد صاحب کی روح تڑپ گئی ہوگی۔ ؎

دوستوں کے ہجوم میں ناصر
میرے اندر کا شخص تنہا ہے

یہ تحریک ہندو مسلم دوستی کی بنیاد پر چلائی گئی تھی لہٰذا پہلے دوستی کا نتیجہ دیکھیں پھر تحریک کا نتیجہ دیکھیں گے۔

نتائجِ دوستی

حضرت علامہ مولانا محمد میاں قادری صاحب علیہ الرحمۃ نے انصار الاسلام کے جلسے میں ـ (منعقدہ بریلی ۲۲ شعبان ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء) اپنے صدارتی خطبہ میں ان امور کی طرف اشارہ کیا :

(۱) قشقہ لگوانا
(۲) مشرکوں کی جے پکارنا
(۳) رام لچھمن پر پھول چڑھانا
(۴) رامائن کی پوجا میں شریک ہونا
(۵) ارتھی کندھوں پر اٹھانا ـــــ اور مرگھٹ لے جانا
(۶) مشرک میت کے لیے دعائے مغفرت کرنا اور وہ بھی مسجد میں
(۷) مسجدوں میں مشرکوں کی تعزیت کے جلسے کرنا

(۸) اللہ کو رام کہنا
(۹) خطبہ جمعہ میں مشرک کی تعریف کرنا
(۱۰) دسہرے[1] میں شریک ہونا
(۱۱) سنکھ بجانا
(۱۲) قربانی گاؤ کو بھینٹ چڑھانا
(۱۳) قاتل مشرکوں کی رہائی کی کوشش کرنا
(۱۴) قربانی کی گائے زبردستی چھین کر اس کو گئوشالہ پہنچانا [2]

فاضل بریلوی کے خلیفہ پروفیسر سلیمان اشرف صاحب علیہ الرحمۃ نے جن امور کی نشاندہی فرمائی ہے وہ یہ ہیں :-

(۱) ہندو لیڈروں کو مساجدوں میں لیجا کر منبروں پر بٹھایا
(۲) مسلمان مندروں میں گئے دیوی دعائیں کیں قشقہ لگوایا
(۳) گاندھی کے حکم سے ستیہ گرہ کے دن روزہ رکھا
(۴) وید کو الہامی کتاب تسلیم کیا
(۵) کرشن جی "کو" حضرت موسیٰ کا لقب مان لیا گیا
(۶) بدایوں کے ایک جلسے میں ایک ہندو مقرر نے یہ تجویز پیش کی کہ مسلمان "رام لیلا" منائیں ـــــ ہندو محرم منائیں ۔[3]

---

[1] نوٹ :- "دسہرہ" اہل ہنود کا ایک مذہبی تہوار ہے جس میں مورتی کے ساتھ جلوس نکالتے ہیں۔

[2] خطبہ صدارت از محمد میاں قادری مطبوعہ صبح صادق سیتاپور ـــ ۱۹۲۱ء ص ۳۰ ـــ ۲۹ ـ ملخصاً

[3] الرشاد از پروفیسر سید سلیمان اشرف بار اوّل پاکستان ۱۹۸۱ء ناشر مکتبہ رضویہ لاہور ص ۱۵ ـــ ۱۶ ـــ ۱۷ ملخصاً ؛

خود فاضل بریلوی نے جن امور کی نشاندہی کی وہ یہ ہیں :ـــــ

(۱) گائے کا گوشت کھانا گناہ ٹھہراؤ ـــ کھانے والوں کو کمینہ بتاؤ ـــــ
(۲) خدا کی قسم کی جگہ رام دہائی گاؤ
(۳) قرآن مجید کو رامائن کے ساتھ ایک ڈولے میں رکھ کر مندر میں لے جاؤ دونوں کی پوجا کراؤ ـــــ
(۴) نبوت نہ ختم ہوئی ہوتی تو گاندھی جی نبی ہوتے (معاذ اللہ معاذ اللہ)
(۵) ہم ایسا مذہب بنانے کی فکر میں ہیں جو ہندو مسلم کا امتیاز اٹھا دے گا ـــــ
(۶) دوسرا[1] (شخص) جمعہ کا خطبہ اردو میں پڑھتا ہے ۔ اور اس میں خلفائے راشدین حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بجائے گاندھی کی مدح "مقدس ذات" "ستودہ صفات" وغیرہ الفاظوں کے ساتھ گاتا ہے ۔[2] (ملخصاً)

---

[1] نوٹ :- نماز جمعہ کے خطبہ میں مسٹر گاندھی کی تعریف و توصیف سننے کے عینی شاہد جناب مولوی احمد مختار صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ ہیں ـــــ یہ خبر اخبار مشرق (گورکھپور) ۱۳ جنوری ۱۹۲۱ء میں شائع ہوئی۔

[2] المحجۃ المؤتمنہ فی آیۃ الممتحنہ از امام احمد رضا مشمولہ رسائل رضویہ مرتبہ علامہ عبد الحکیم اختر شاہجہانپوری اشاعت اوّل ۱۹۷۶ء ناشر مکتبہ حامدیہ ص ۸۶ - ۱۸۴ - ۱۸۵ وغیرہ وغیرہ ؛ جلد ۲

ہندوپاک میں ایک اردو مقولہ بہت ہی مشہور ہے کہ پوت کے پاؤں پالنے میں" یعنی یہ تو صرف ابھی مسلم ہندو دوستی کا نتیجہ دیکھا۔ ابھی اور دیکھیں کیا کیا گل کھلتے ہیں۔

فاضل بریلوی یا ان کے حامی علماء کرام نے خود اپنے گھر سے یہ الزام نہیں تراش لیے تھے بلکہ حقیقت میں ایسا واقع ہوا تھا جس کے کچھ شواہد آپ نے خود آزاد صاحب کے متبعین حضرات کے حوالے سے ملاحظہ کیے تصدیق قلب کے لیے مزید حوالہ ملاحظہ کرلیں ـــــ

(۱) مولانا ظفر الملک علوی ایڈیٹر "الناظر" لکھنؤ نے کہا: ـــــ

"اگر نبوت ختم نہ ہوگئی ہوتی تو مہاتما گاندھی نبی ہوتے"۔[۱] (معاذ اللہ)

(۲) جناب مولانا شوکت علی نے ارشاد کیا: ـــــ

"صرف زبانی جے پکارنے سے کچھ نہیں ہوتا بلکہ اگر تم ہندو بھائیو کو راضی کروگے تو خدا کو راضی کروگے"۔[۲]

(۳) جناب حضرت مولانا محمد علی جوہر نے ارشاد کیا: ـــــ

"میں اپنے لیے بعد رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم" گاندھی جی ہی کے احکام کی متابعت ضروری سمجھتا ہوں"۔[۳]

(۴) جناب حضرت علامہ مولانا عبدالباری فرنگی محلی نے کہا: ـــــ

"گاندھی کو اپنا رہنما بنالیا ہے وہ جو کہتے ہیں وہی مانتا ہوں۔ میرا حال تو سردست اس شعر کے موافق ہے ؎

[۱] پاسبان مذہب وملت (تحقیقات قادریہ) از محمد جمیل الرحمٰن مطبوعہ بریلی ۱۹۲۳ء اشاعت سوم ص ۲۹؛ (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

عمرے کہ بآیات واحادیث گزشت
رفتی و نثار بت پرستی کردی[۱]

بقول عبدالوحید خاں کے: ـــــ

"جامع مسجد دہلی کے منبر پر شردھانند سے تقریریں کروائی گئیں۔ ایک ڈولی میں قرآن کریم اور گیتا کو رکھ کر جلوس نکالے گئے ـــــ مسلمانوں نے قشقے لگائے ـــــ گاندھی جی کی تصویروں اور بتوں کو گھروں میں آویزاں کیا گیا ـــــ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کرشن کا خطاب دیا گیا ـــــ وید کو الہامی کتاب تسلیم کیا گیا۔[۲]

جس کا آغاز اتنا بھیانک ہے اُس کا انجام یقیناً بھیانک ترین ہوگا ـــــ اور فی الحقیقت ایسا ہی ہوا ـــــ یہی وجہ ہے کہ علماء اہل سنت نے اس فتنے کا بھی ڈٹ کر مقابلہ کیا ـــــ جس کو کچھ ناعاقبت اندیش لوگوں نے انگریز دوستی سے محمول کیا۔ حالانکہ آنے والے وقت نے اب کھرا اور کھوٹا الگ الگ کردیا ہے ـــــ جوش و جنون ٹھنڈا ہونے کے بعد لوگ حقیقت جاننے سمجھنے لگے ہیں ـــــ فالحمد للہ ذالک۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) [۲] پاسبان مذہب از محمد جمیل الرحمٰن مطبوعہ بریلی ۱۹۲۳ء اشاعت سوم ص ۱۷۔

[۳] محمد علی کی ذاتی ڈائری از عبدالماجد دریابادی مطبوعہ اعظم گڑھ ۱۹۵۳ء اشاعت دوم جلد اوّل صفحہ ۱۰۷۔ (حاشیہ صفحہ موجودہ)

[۱] پاسبان مذہب وملت از جمیل الرحمٰن ص ۱۸-۱۹۔

[۲] مسلمانوں کا ایثار اور جنگ آزادی از عبدالوحید خاں مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۳۸ء ص ۱۳۲-۱۳۳؛

نتائج تحریک

نتیجۂ تحریک پر بھی ایک نظر ڈال لیں ـ لیکن پہلے "ترک موالات" کے معنی کو بھی جان لیں اور پھر اس کی غرض وغایت بھی سمجھ لیں ـــــ دراصل گاندھی جی نے جو تحریک چلائی اس کا انگریزی نام "نان کوآپریشن" (NON-CO-OPERATION) اور اس کا واضح معنی عدم تعاون یا عدم امداد باہمی ہوگا کیونکہ بھارت کے تاریخ دانوں نے بھی اپنی ہندی تصانیف میں اس تحریک کا نام آسہیوگ آندولن ـــــ "असहयोग-आन्दोलन" ہی لکھا ہے۔ جو بھارت کے تعلیمی اداروں میں پڑھایا جاتا ہے۔ اور دوران تعلیم میں نے بھی یہی پڑھا ہے جو ٹھیک انگریزی لفظ نان کوآپریشن کا ہندی میں متبادل ہے جس کا اردو ترجمہ عدم تعاون یا ترک معاملت ہی ہوگا ـــــ لیکن خدا جانے آزاد صاحب جیسے لوگوں (جنہیں بقول خود شریعت اسلامی کی کچھ بصیرت دی گئی ہے) نے اس تحریک کا نام تحریک ترک موالات کیسے رکھ دیا جو ایک مستقل احکام خداوندی ہے ـــــ پروفیسر جناب محمد صدیق صاحب نے اس کا خوبصورت تعاقب کیا ہے لکھتے ہیں :-

"ترک موالات یا ترک تعلقات" گاندھی کی تحریک نان کوآپریشن کا مطلب یہ تھا کہ انگریزی حکومت سے اپنے تعلقات منقطع کر لیے جائیں ـــــ اس کا تعلق صرف دنیوی معاملات سے تھا ـــــ اس لیے اس تحریک کا نام "ترک تعلقات" ـــــ یا "ترک معاملات" بالکل صحیح ہے ـــــ چونکہ کافروں سے اس قسم کے تعلقات رکھنے سے منع نہیں فرمایا گیا ـــــ لہٰذا کوئی بھی مسلمان ـــــ کافروں سے ـــــ اس قسم کے تعلقات رکھنے سے کبھی کافر یا ملحد نہیں بن سکتا ـــــ لیکن بدقسمتی سے بعض ـــــ مسلمانوں نے اس تحریک نان کوآپریشن کو خدائی

حکم "ترک موالات" سے موسوم کر دیا۔

اور جو مسلمان اس تحریک سے کنارہ کش رہے اُن کو کافر ملحد قرار دے دیا ـــــ اور خود اپنا رشتۂ اتحاد موالات (دوستی) کافروں مشرکوں بت پرستوں سے جوڑ لیا ـــــ جب کہ ترک موالات کے معنی یہ ہیں کہ کافروں سے مخلصانہ دوستی نہ رکھی جائے ـ اسی لیے قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر منع فرمایا گیا ہے۔ [1]

جناب پروفیسر صدیق صاحب کی اس علمی گرفت پر مجھے علامہ اکبر الٰہ آبادی صاحب کا وہ شعر یاد آگیا جو موصوف نے ایسے ہی موقع کے لیے کہا تھا کہ ؎

یہ کانگریسی علماء تم کو بتاؤں کیا ہیں
گاندھی کی پالیسی کا عربی میں ترجمہ ہیں

پتہ چلا کہ اس تحریک کی بنیاد ہی غلطی پر تھی وقت کے ساتھ مزید غلط در غلط ہوتا گیا ـــــ وجہ بتائی گئی انگریزوں کا مکمل بائیکاٹ کرنا ـــــ مگر اندرونی مقصد مکمل مسلمانوں کو تباہ کرنا ان کو بے دست و پا کرنا ـــــ ہنود کا دست نگر بنانا تھا ـــــ کہا گیا کہ انگریزی حکومت کی ـــــ نوکریاں چھوڑ دو ـــــ ان سے دوستی چھوڑ دو ـــــ ان سے معاملات چھوڑ دو ـــــ خطابات واپس کر دو ـــــ ان سے امداد لینا بند کر دو ـــــ ان سے ملنا جلنا ترک کر دو ـــــ اسکول کالج یونیورسٹیوں کا الحاق ختم کر دو ـــــ تاکہ جاہل گنوار ان پڑھ بن کر معاشرے کے لیے ایک ناسور کی حیثیت اختیار کر جاؤ ـــــ

[1] پروفیسر مولوی حاکم علی رحمۃ اللہ علیہ از پروفیسر محمد صدیق اشاعت ۱۹۸۳ء ناشر مکتبہ رضویہ ملتان روڈ لاہور ص ۱۳۴ ؛

اور جو ایسا نہ کرے اس کو انگریزوں کا ایجنٹ مشہور کر دو ——— مرنے کے بعد کیا ہوگا؟ اور جو کچھ ہوگا بھی تو اُس کو دنیا والوں کو تو نہیں دیکھنا۔ ؏ عاقبت کی خبر خدا جانے

یہ بھی جانئے حیرت ہے کہ "اعلانِ عام" ہے مگر توجہ خصوصی مسلمانوں پر ہے ——— تم خطابات واپس کر دو ——— تم اپنے کالج یونیورسٹی بند کر دو ——— تم نوکریاں چھوڑ دو ——— آخر ایسا کیوں ؏

کوئی تو بتائے کہ ہم بتائیں کیا

علی گڑھ محمڈن کالج (مسلم یونیورسٹی) اسلامیہ کالج لاہور ——— اسلامیہ کالج پشاور نیز ——— دھلی ——— آگرہ ——— لکھنؤ ——— رام پور ——— بھوپال ——— مدراس ——— کلکتہ کے تمام دینی مدارس کو بھی بند کر دیا جانے کا مشورہ دیا جانے لگا ——— اسلامیہ کالج لاہور دس روز کے لیے بند ہو گیا ——— مگر بنارس ہندو یونیورسٹی ایک دن کے لیے بھی بند نہیں ہوئی آخر کیوں ؟؟؟

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں جلسے جلوس اور ہڑتال شروع ہو گئی ——— اسلامیہ کالج پشاور سے بھی اس طرح کی آوازیں آنے لگیں۔ مگر بنارس ہندو یونیورسٹی میں پڑھائی حسبِ معمول جاری رہی دیگر سنسکرت ودیالیہ میں تعلیم و تعلم جاری رہی تمام ڈی۔ اے۔ وی کالجز نہایت اطمینان کے ساتھ درس و تدریس میں مشغول رہے ——— دوسروں کے کندھوں پر بندوق رکھ کے چلانے کا انداز ذرا دیکھیں ———

اسلامیہ کالج لاہور کو بند کرانے میں آزاد صاحب پیش پیش تھے ساتھ میں گاندھی جی بھی معاونت فرما رہے تھے ——— آزاد صاحب نے جلسہ عام کو خطاب کرتے ہوئے کہا:۔

"میں بحیثیت ایک مسلمان ہونے کے جسے خدا کے فضل سے شریعت

اسلامی کی کچھ بصیرت دی گئی ہے، کہتا ہوں ایک مسلمان پر "حبِ وطن" کے لحاظ سے مذہب کے اعتبار سے، اخلاق کے لحاظ سے فرض ہے کہ ترک موالات کرے؟" [۱]

گاندھی جی کی تصدیق ملاحظہ کریں ——— آپ نے اپنی تقریر کو ختم کرتے ہوئے کہا:۔

آپ میں سے بہت سے آدمی ہوں گے "جن کے کالجوں اور مدرسوں میں لڑکے پڑھتے ہیں" ——— مولانا (آزاد) نے کہا ہے کہ ان کی تعلیم حرام ہے "اگر آپ چاہیں تو صبح ہی سے لڑکوں کو "مدرسوں میں نہ بھیجو"۔ [۲]

لیکن اس کے برعکس گاندھی جی نے بنارس یونیورسٹی کے طلباء سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ:۔

"میں پنڈت (مدن موہن) مالوی کا ہم خیال ہوں کہ طالب علموں کو اپنے ضمیر کے مطابق کارروائی کرنی چاہئے ——— میں آپ لوگوں سے بڑے زور کے ساتھ کہتا ہوں کہ ——— "اگر آپ میری دلیلوں سے قائل نہ ہوں تو ہرگز ہرگز قطع تعلق کی پالیسی اختیار نہ کریں"۔ [۳]

"اگر آپ چاہیں تو صبح ہی سے لڑکوں کو مدرسوں میں نہ بھیجو"

اور !!!

"اگر آپ میری دلیلوں سے "قائل نہ ہوں تو ہرگز قطع تعلق کی کی پالیسی اختیار نہ کریں۔"

قارئین! آپ سے یہ دونوں جملے کچھ کہہ رہے ہیں ——— خدا کرے کہ

[۱] روزنامہ "زمیندار" ۲۱ اکتوبر ۱۹۲۰ء ص ۳ کالم ۱ [۲] ایضاً۔
[۳] ہندوؤں سے ترک موالات از تاج الدین منشی طباعت بار دوم جون ۱۹۸۲ء ناشر مکتبہ رضویہ لاہور ص ۳۰

منجانب

انجمن حامی اسلام لاہور

کرتوہ حکیم علی شاہ

متمول مسلمانوں کو چاہیئے کہ اس رسالہ کو چھاپ کر عام مسلمانوں میں مفت تقسیم کریں

ہندوؤں سے ترک موالات

مرتبہ

منشی تاج الدین احمد تاج

حسب فرمایش

خادم الاسلام ملا محمد بخش

سکرٹری انجمن حامی اسلام و سابق منیجر

اخبار ہنٹر لاہور

١٩٢

اور نو کروڑ ہندو مسلمانوں کے سامنے دندنائینگے اور بغلیں بجائینگے۔ اور پھر یہ تو ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ اسوقت صرف پانچ فیصدی مسلمان ہندوؤں کے مقابلہ میں سرکاری عہدوں پر ہیں۔ سب سے پہلے ہندوؤں کو چاہیئے کہ نان کوآپریشن پر عمل کریں۔ مگر ایسا ہرگز نہیں کیا جا رہا۔ سکول اور کالج بھی اگر تباہ ہو رہے ہیں تو مسلمانوں کے۔ ہندو سکول اور کالج بدستور مزے سے چل رہے ہیں۔ گاندھی وغیرہ نے اسلامیہ کالج لاہور۔ اور علی گڈھ کالج کو تباہ کر دیا۔ لیکن ڈی اے وی کالج اور بنارس ہندو یونیورسٹی پر کوئی جادو نہ چلا۔ در اصل یہ ایک عیارانہ چال ہے آپس میں ہندو لیڈروں نے خفیہ سمجھوتہ کر کے چند لیڈروں کو نان کوآپریشن کے خلاف کھڑا کر دیا تاکہ وہ اپنے کالج اور عہدے وغیرہ محفوظ رکھ سکیں اور مسلمان تباہ ہو جائیں کس قدر شرمناک حرکت ہے کہ حکیم اجمل خان مسلمانوں کو دھوکا دینے کیلئے ایک جگہ لکھتے ہیں کہ

"اسکے بعد میں اُن عزیز طلبہ کو بھی دلی گرمجوشی کیساتھ مبارکباد دیتا ہوں جنکا تعلق بنارس یونیورسٹی سے ہے اور جنہوں نے اپنے اجداد کی آزاد روحوں کو اپنی آزادی کے پیغام سے خوش کیا ہے اور جو پورے جوش کیساتھ ترک موالات کے میدان میں اپنے علی گڈھی بھائیوں کیساتھ دوش بدوش کھڑے نظر آتے ہیں" غلط غلط غلط چنانچہ آنریبل پنڈت مدن مالوی لکھتے ہیں کہ "یہ خبر قطعی بے بنیاد ہے۔ طلباء کو یہ ترغیب یا مشورہ دینا کہ وہ ان سکولوں یا کالجوں یا یونیورسٹیوں کو بائیکاٹ کریں جو سرکاری امداد لیتی ہیں یا جنکا گورنمنٹ کیساتھ بالواسطہ یا بلا واسطہ تعلق ہے۔ اسکے خلاف میری مخالفت دن بدن زیادہ قوی ہو رہی ہے اور میں صدق دل سے خواہاں ہوں کہ اس بائیکاٹ کی تحریک کا خاتمہ ہونا چاہیئے" اور پھر آپکے مسٹر گاندھی حال ہی میں بنارس جا کر ہندو یونیورسٹی کے طلباء کے سامنے تقریر کرتے ہوئے اور ایک عیارانہ چال چلتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "میں پنڈت مالوی کا ہم خیال ہوں کہ طالب علموں کو اپنے ضمیر کے مطابق کارروائی کرنی چاہیئے۔ میں آپ لوگوں سے بڑے زور کیساتھ کہتا ہوں کہ اگر آپ میری دلیلوں کے قائل نہ ہوں تو ہرگز ہرگز قطع تعلق کی پالیسی اختیار نہ کریں!"

پس مسلمانوں کو چاہیئے کہ ایسے عیاروں کی دوستی سے باز آئیں اور ان سے کسی قسم کا اتحاد وغیرہ نہ کریں ورنہ یہ لوگ آپکو دینی و دنیاوی حیثیت سے تباہ کر دینگے۔ آپکی مزید تسلی

آپ بھی اس پر کچھ توجہ کریں دھیان دینے کے لیے کان دھریں —— اس تحریک کے یہی وہ اسباب وعوامل تھے اور یہی وہ خطرناک نتائج تھے جو فاضل بریلوی کی آنکھوں نے پہلے ہی دیکھ لیے تھے اور جس پر صرف فاضل بریلوی ہی نہیں بلکہ ملت کے تمام دردمند افراد مضطرب تھے —— جس میں فاضل بریلوی سے لے کر علامہ اقبال تک سارے حضرات شامل ہیں —— اللہ تعالیٰ اُن تمام حضرات کے مرقدوں پر اپنے لطفِ انوار کی بارش برساتا رہے جنہوں نے اس پُرآشوب دور میں ملت کی رہنمائی کی اور کشتی کو کنارے لگایا اور تباہی سے بچالیا۔

اس ضمن میں ایک اور بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کے تعلیمی حالات کیا تھے اور حالات کے تقاضے کیا تھے اعداد و شمار دیکھ لیں —— فاضل بریلوی کے خلیفہ اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے شعبۂ اسلامیات کے سابق صدر پروفیسر محمد سلیمان اشرف (۱۸۷۸ء —— ۱۹۳۹ء) علیہ الرحمۃ کے الفاظ میں اعداد و شمار ملاحظہ کریں :——

"اس وقت ہندوستان میں مجموعی تعداد کالجوں کی ایک سو پچیس[۱۲۵] ہے —— تین مسلمانوں کے (علی گڑھ۔ لاہور۔ پشاور) اور ایک سو بائیس[۲۲] ہندوؤں کے —— سارے کالجوں میں مجموعی تعداد ہندوستانی طلباء کی چھیالیس ہزار چار سو سینتیس (۴۶۴۳۷) ہے —— جس میں سے مسلمان طلبا چار ہزار آٹھ سو پچھتر (۴۸۷۵) ہیں —— ہندو طلبا کی تعداد اکتالیس ہزار پانچ سو باسٹھ (۴۱۵۶۲) ہے۔

پروفیسر صاحب افسوس کرتے ہوئے لکھتے ہیں :——

"جس قوم کی تعلیمی حالت یہ ہو کہ سات کروڑ میں سے صرف چار ہزار مشغول تعلیم ہوں، اس قوم کا یہ ادعا اور ہنگامہ کہ اب ہمیں تعلیم کی حاجت نہیں —— اگر خبط و سودا نہیں تو اور کیا ہے ۔" [۱]

اب آپ اچھی طرح اس تحریک سے بھی خوب واقف ہو گئے ہیں اور آپ کو یہ بھی پتہ چل گیا کہ معاملہ کیا تھا مگر کیا بنا دیا گیا —— بات تو تھی صرف ترک تعلقات و ترک معاملات و عدم تعاون کی لیکن مسلمانوں میں اس کو "موالات" کے نام سے متعارف کرایا گیا جبکہ اہلِ ہنود میں وہ صرف "نان کوآپریشن" ہی کے مفہوم سے داخل رہی اور اس کا کوئی اور دوسرا مطلب نہیں لیا گیا —— کسی "پنڈت" کسی "پجاری" کسی "اچاریہ" نے اس کی کوئی تحریف یا کوئی ایسی تشریح نہ کی جس کا کوئی مذہبی پہلو بھی نکلتا ہو اور نہ مسلمانوں کی طرح انگریزوں کو ہندوؤں نے "ملیچھ" کے لفظ سے معنون کیا۔

فاضل بریلوی سے جب پوچھا گیا کہ موالات کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے —— آپ نے بڑا دو ٹوک فیصلہ دیا اور اپنے اور بیگانے کی کوئی رو رعایت نہیں کی —— آپ نے خاص اس موضوع پر اپنی ایک تصنیف چھوڑی ہے جو تحقیق دنیا میں اپنی مثال آپ ہے جس کی طباعت ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء میں ہوئی اور جس کا نام "المحجۃ المؤتمنۃ فی آیۃ الممتحنۃ" ہے اور اعلیٰ حضرت کی یہ آخری تصنیف ہے کیونکہ آپ ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ بمطابق ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء کو انتقال کر گئے (انا للہ وانا الیہ راجعون)

آپ کی یہ تصنیف تحقیق کا مرقع ہے اس میں قرآن و حدیث،

[۱] "النور" از محمد سلیمان اشرف مطبوعہ علی گڑھ ۱۹۲۱ء ص ۱۹۶-۱۹۷

کتب فقہ و آثار و احوال کے بے شمار حوالے شامل ہیں۔
دراصل یہ ۲، ۳ استفتوں کا جواب جس میں اوّلیت پروفیسر حضرت علامہ مولوی حاکم علی علیہ الرحمہ کے استفتاء کو ہے۔ میں چند اقتباس نقل کر دیتا ہوں تفصیلات کے لیے مطلوبہ کتاب سے رجوع کریں۔

آپ لکھتے ہیں کہ :۔

"موالات مطلقاً ہر کافر ہر مشرک سے حرام ہے ــــ اگرچہ ذمی مطیع اسلام ہو اگرچہ اپنا باپ ــــ بیٹا ــــ یا بھائی ــــ یا قریب ہو ــــ" [1]

مزید لکھتے ہیں :۔

"ترک معاملت کو ترک موالات بنا کر قرآن عظیم کی آیتیں کہ ترک موالات میں ہیں سوجھیں۔ مگر فدائے مسٹر گاندھی سے ان سب میں استثنائے مشرکین کی پچر لگا لی کہ آیتیں اگرچہ عام ہیں مگر ہندوؤں کے بارے میں نہیں ــــ

ہندو تو ھادیان اسلام ہیں ــــ آیتیں صرف نصاریٰ کے بارے میں ہیں اور نہ کُل نصاریٰ فقط انگریز ــــ اور انگریز بھی کُل تک ان کے مورد نہ تھے حالات حاضرہ سے ہوئے ــــ ایسی ترمیم شریعت و تغیر احکام و تبدیل اسلام کا نام خیر خواہی اسلام رکھا ہے" [2]

ایک جگہ مزید اور لکھتے ہیں :۔

تحقیق مقام یہ ہے کہ موالات دو قسم ہے اوّل حقیقیہ جس کا ادنیٰ رکن یعنی میلان قلب ہے پھر وداد پھر ــــ اتحاد ــــ پھر اپنی خواہش سے

[1] المحجۃ المؤتمنۃ از امام احمد رضا مشمولہ رسائل رضویہ جلد ۲۔ مرتب علامہ عبدالحکیم اختر اشاعت اول ۱۹۷۶ء ص ۹۵ [2] ایضاً ص ۹۰

بے طمع خوف و طمع انقیاد پھر تبتل ــــ یہ بجمیع وجوہ ہر کافر سے مطلقاً ہر حال میں حرام ہے" [1]

کیا ان اقتباسات سے یہ بات واضح نہ ہوگی کہ فاضل بریلوی کسی کافر کو بھی اپنا ہمدم ہمراز دوست معاون بنانے کے خلاف تھے نہ ہنود نہ مشرک نہ نصاریٰ نہ یہود پھر بھی ان کو انگریزوں کا حامی کہنا کیا تاریخ کے ساتھ زیادتی نہیں ہے ؟ ــــ ہے اور یقیناً ہے پھر بھی کچھ لوگ جو خوفِ خدا سے عاری ہیں اپنی بہتان بازی سے باز نہیں آتے ــــ جن کے اپنے آباؤ اجداد کا دامن خود انگریز دوستی سے آلودہ ہے یہ چاند پہ تھوکنا چاہتے ہیں ۔ ع

آئینہ ان کو دکھایا تو بُرا مان گئے

جب میں اس موضوع کے متعلق کچھ کتابوں کی (بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کی لائبریری میں) چھان پھٹک کر رہا تھا تو ایک کتاب جناب ایچ۔ بی خاں صاحب کی ہاتھ لگی جس کا نام "برصغیر پاک و ہند کی سیاست میں علماء کا کردار" ہے اور جس کی اشاعت قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت پوسٹ بکس نمبر ۱۲۳۰ اسلام آباد سے ہوئی ہے۔ کتاب چونکہ میرے موضوع کے متعلق تھی لہٰذا میں نے اس کا مطالعہ شروع کر دیا ــــ پڑھنے کے بعد پتہ چلا کہ کتاب ہٰذا کے مصنف بھی اس طرح کے پروپیگنڈہ سے متاثر ہیں۔ یا تو جناب ایچ۔ بی خاں صاحب بہت ہی زیادہ سادہ ہیں (فی الحقیقت ایسا نہیں ہے) یا سادہ بن کر لوگوں کو دھوکہ

[1] المحجۃ المؤتمنۃ از امام احمد رضا ص ۱۲۹۔۱۳۰ ؛

دے رہے ہیں ـــــ آپ بھی ان کی نوازشات کا نظارہ جو فاضل بریلوی کی ذات پر انہوں نے کی ہیں ان کی تصنیف کی روشنی میں کر لیں ـــــ لکھتے ہیں : ـــــ

"برطانیہ نے اس (تحریک ترک موالات و خلافت کے) سلسلے میں اہل ہند کے بعض علماء سے جن میں مولانا احمد رضا خاں بریلوی خاص طور پر شامل ہیں، ترکی کے خلاف فتاویٰ بھی حاصل کر لیے تھے ـــــ چوہدری خلیق الزماں نے بیان کیا ہے کہ "مولوی احمد رضا بریلوی ترکی کی خلافت کو تسلیم نہیں کرتے تھے اور ترکوں کی مالی امداد کے بھی خلاف تھے ـــــ یہی نہیں بلکہ انہوں نے کئی فتوے مولانا عبدالباری پر کفر کے بھی صادر کیے ـــــ ظاہر ہے کہ وہ کسی استفتاء پر جس میں خلافت عثمانی کو شریعت اسلامی کا ایک اہم ادارہ تسلیم کیا جائے، دستخط نہیں کرتے۔" ؎۲

جناب ایچ - جی خان صاحب نے اتنی بڑی بات نہ جانے کیسے بلا کسی حوالے کے کہہ دی ہے نہ کسی مستند ماخذ و کتاب کا ذکر کیا ہے اور نہ فتویٰ کا عکس دیا ہے ـــــ اور طرفہ یہ ہے کہ "بعض" کے ذکر میں فاضل بریلوی کا نام خصوصی طور پر لیا ہے جو اصول تحقیق کے سراسر منافی ہے ـــــ ایک ایسا قومی ادارہ جس نے تحقیق کے نام پر لوگوں کی ذات پر بہتان باندھنے کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے اس کا محاسبہ سختی سے کرنا چاہیے۔ سنی سنائی باتوں سے استفادہ کرنے کی بجائے جناب ایچ۔بی خان صاحب کو فاضل بریلوی کی تصانیف کا براہِ راست مطالعہ کرنا چاہیے

؎۱ نوٹ : یہ فاضل بریلوی پر افتراء محض ہے حقیقت حال سے واقف ہونے کے لیے پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

تھا ـــــ ایک طرف تو جناب ایچ۔بی خان صاحب اپنے ممدوح علماء کے لیے وکیل صفائی کا کردار ادا کر رہے ہیں تو دوسری طرف کذب و حسد اور جھوٹے اقوال پر مبنی تحریرات سے فاضل بریلوی کے دامن کو داغدار بنانے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں۔ جو کم سے کم ایک فاضل محقق کا کردار ادا کرنے والے کے شایان شان نہیں کیونکہ انہوں نے اپنی تصنیف میں جا بجا کراچی یونیورسٹی کے سابق چانسلر جناب ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی صاحب کی تصنیف "علماء اِن پالیٹکس" "ULEMA IN POLITICS" کا حوالہ دیا ہے اور ڈاکٹر قریشی صاحب نے خود لکھا ہے کہ : ـــــ

In the beginning of the Khilafat Movement, Ali Brothers went to "him" convassing him to affix his signatures on "Fatwa" regarding Non-Cooperation.

He is reported to have replied, "Mawlana", our politics are different. You support Hindu-Muslim Unity. I oppose it.

When "he" saw that they were annoyed, he said mawlana, I am not opposed to political freedom, but I am opposed to "Hindu-Muslim Unity"

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) کی تصنیف "تنقید و تعقبات" (مطبوعہ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور) کا ملاحظہ کریں۔ (نوشاد عالم چشتی)

؎۲ برصغیر پاک و ہند کی سیاست میں علماء کا کردار از ایچ۔بی خان طبع اول ۱۹۸۰ء ناشر قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت اسلام آباد پاکستان ص ۱۳۶ ۔ (حاشیہ صفحہ موجودہ بر صفحہ آئندہ)

ترجمہ : تحریکِ خلافت کے ابتداء میں علی برادران فاضل بریلوی کے پاس اپنا ہمنوا بنانے کے خیال سے گئے تاکہ وہ ترک موالات کے فتوٰی پر اپنے دستخط کردیں۔ ـــــــ علی برادران سے فاضل بریلوی نے کہا کہ "مولانا ہماری سیاست آپ سے مختلف ہے آپ ہندو مسلم اتحاد کی دعوت دیتے ہیں اور میں اس کا مخالف ہوں۔ ـــــــ فاضل بریلوی نے علی برادران کی ناراضگی کو دیکھ کر فرمایا میں سیاسی آزادی کا مخالف نہیں لیکن ہندو مسلم اتحاد کا مخالف ہوں۔

لہذا ان حقائق کی روشنی میں یہ کہنا کہ جناب ایچ۔ بی خاں صاحب حقائق سے لاعلم تھے اور انہیں صحیح صورتِ حال سے واقفیت نہیں تھی کسی طور سے بھی صحیح نہیں ہوگا۔ بلاوجہ حقائق چھپانے کی ناکام کوشش اور بات بنانے کی سعیٔ نامسعود کی گئی ہے لیکن ؏

کیا بنے بات جہاں بات بنائے نہ بنے

یہی وجہ ہے کہ جناب ایچ۔بی خان صاحب جابجا متضاد باتیں کرتے ہیں۔ وہ خود ایک جگہ یوں بھی لکھتے ہیں کہ :-

"مولوی احمد رضا خان صاحب اور ان کے ہم خیال علماء ہندوؤں کے ساتھ موالات کرنے کے حق میں نہ تھے اور اسی لیے انہوں نے تحریک ترک موالات کے فتوٰی پر دستخط نہیں کئے۔"

نیز حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ :-

"مولوی احمد رضا خان بریلوی ۱۴ جون ۱۸۵۶ء کو بریلی میں پیدا ہوئے آپ اہلِ سنت والجماعت کے مقتدر علماء روزگار میں سے

(حاشیہ صفحہ سابقہ) ۱؎ علماء ان پالیٹکس (انگریزی) از ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی اشاعت اول ۱۹۷۴ء ناشر معارف لمیٹڈ نیو کراچی ص ۲۶۳ ؎

تھے ـــــــ علامہ اقبال بھی آپ کی علمی قابلیت اور فقہی معلومات کے معترف تھے۔ علامہ اقبال نے آپ کے متعلق مزید کہا تھا کہ اگر مولانا بریلوی کی طبیعت میں "تشدد" اور "انتہاپسندی" نہ ہوتی تو آپ اپنے وقت کے امام ابوحنیفہ ہوتے۔" ۱؎

یعنی خود جناب ایچ بی خان صاحب کو اقرار ہے کہ فاضل بریلوی اور ان کے ہم خیال علماء ہندوؤں سے موالات کے مخالف تھے۔ اب ہندوؤں سے مخالف ہونے کا معنی یہ تو نہیں کہ انگریزوں کے حامی تھے۔ اگر جناب ایچ۔بی خان صاحب ذرا محنت کرکے تحقیق کرتے تو پھر ان کو پتہ چل جاتا کہ فاضل بریلوی دونوں اسلام دشمن قوتوں کے مخالف تھے۔ ایچ۔ بی خان صاحب فاضل بریلوی کی مخالفت میں فرمودات اقبال میں بھی تحریف کر گئے ہیں ـــــــ علامہ صاحب مرحوم کا قول تو یہ تھا کہ :ـــــــ

"بایں ہمہ ان کی طبیعت میں شدت زیادہ تھی ؛" ۲؎

لیکن جناب نے لفظ شدت کو "تشدد" اور "انتہاپسندی" سے بدل کر فاضل بریلوی کی شخصیت کو مجروح کرنے کی ناکام کوشش کی ہے اور یقیناً یہ ایک علمی خیانت ہے ـــــــ محققین اور مطالعہ کرنے والوں پر بفضلِ تعالیٰ حق آفتاب سے زیادہ روشن ہے۔

ایچ بی خان صاحب کے الزام کو بھی میں نے حقائق کی روشنی میں

۱؎ برصغیر پاک و ہند کی سیاست میں علماء کا کردار" از ایچ۔ بی خان طبع اوّل ۱۹۸۵ء ناشر قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت اسلام آباد ص ۱۵۲ ؎ ۲؎ امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں" از مولانا یٰسین اختر مصباحی طبع اوّل سن ندارد ناشر مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی ص ۹۳ ؎